تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جلد ۲۳ —— شمارہ ۳

امان ۱۳۶۱ ہش

مارچ ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ ہجری

امان ۱۳۶۱ھ ہش

مارچ ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت - مبارک احمد صاحب ساقی لندن

کمال یوسف صاحب سکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان		پندرہ روپے سالانہ ۱۵
امریکہ-کینیڈا جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک:	ایک سو پچاس ۱۵۰ ؍؍ ؍؍
	؍؍ بحری ڈاک:	اسّی ۸۰ ؍؍ ؍؍
دیگر غیر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک:	ایک سو ۱۰۰ ؍؍ ؍؍
	؍؍ بحری ڈاک:	ساٹھ ۶۰ ؍؍ ؍؍

فہرست مضامین

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

ناشر: سیّد عبدالحیّ

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت: محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ ہذا - ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۲۳	ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ	شمارہ ۳

امان ۱۳۶۱ ہش

یوم تاسیس

ماہِ جنوری کی ایک رات یادگار پاکستان کے قریب بسر کرنے کا موقعہ ملا۔ فجر کی نماز کے بعد تلاوت سے فارغ ہو کر نسیم سحر سے لطف اندوز ہونے کیلئے منٹو پارک (جسے اب یادگار پاکستان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے) کے سبزہ زار کی طرف نکل آیا۔ زندہ دلانِ لاہور کثیر تعداد میں ہوا خوری اور ورزش کے لئے اِس کے وسیع میدان میں موجود تھے۔ نوجوان ورزش کر رہے تھے تو بڑی عمر کے چہل قدمی سے ہی صحت و تندرستی کو آواز دے رہے تھے۔ بوڑھے راوی تک سبز گھاس اور اس کی صاف ستھری روشیں اور پھر پھولوں کے تختے دیکھ کر زبان پر خدا کی تسبیح و تحمید جاری تھی۔ اس وسیع سیرگاہ میں کالے اور بھورے تیتر بھی "سبحان تیری قدرت" کا ورد کر رہے تھے۔ اور گردن اٹھا کر اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں۔ قریب گیا تو دیکھا۔ پرندوں کے شوقین کے ہاتھ میں پنجرہ ہے اور وہ اپنے چھوڑے ہوئے تیتر کو پھر قفس میں آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ ایک صاحبِ قفس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ تیتر لڑنے والا ہے اور اس کی قیمت پانچ ہزار روپیہ تک ہے۔ تازہ ہوا سے تھوڑی دیر تک متمتع ہونے کے بعد میں مینارِ پاکستان کے چبوترے پر آ گیا اور اس پر کندہ کتبات کی عبارات پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے کتبات پر قرار دادِ پاکستان کے الفاظ بھی تھے اور قائداعظم کے اقتباسات بھی۔ تیئیس مارچ ۱۹۴۰ء کو اس جگہ مسلمانانِ ہند و پاکستان نے قرار دادِ پاکستان منظور کی تھی۔ یہ قرار داد مظہر تھی مسلمانانِ ہند کے عزم کی کہ ہم ایک الگ وطن چاہتے ہیں۔ جہاں ہر مسلمان کو عزت سے زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملے گا۔ جہاں ہم دُنیا کے سامنے ایک مثالی وطن کا نمونہ پیش کریں گے۔ جہاں خدا کی خالص توحید کا پرچار ہوگا۔ جہاں ہر انسان کا احترام قائم ہوگا۔ جہاں ہر طرف قرآن کی تعلیم اور سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار ہوگا۔ اور لاکھوں جانوں کی قربانی سے۔ گھروں کو جلوا کر، جائدادیں کھو کر۔ عصمتیں لٹوا کر ہم نے اس قرار داد کی تعبیر دیکھ لی۔ اہلِ وطن نے اس جگہ ایک بلند مینار تعمیر کیا۔ جو ان کے عزم، حوصلہ، قائداعظم کی پُرعظمت قیادت کا مظہر ہے۔

قرار دادِ پاکستان کی گونج دُنیا نے اس جگہ تیئیس مارچ ۱۹۴۰ء کو سُنی تھی۔ یہ بلند مینار ہماری سعی، قربانیوں کی رفعت اور عظمت کے اظہار کے لئے ہے

یہ ہمیں تاریخ کے وہ دن یاد دلاتا ہے ـــــ راقم الحروف نے ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء تک اکثر زمانہ اسی شہر میں حصولِ تعلیم میں گذارا مسلمانوں کا جوش، ان کی سعی آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور یہ بلند مینار اشارہ کر رہا ہے کہ اُس بلند و بالا ہستی نے مسلمانوں پر ایک انعام کیا۔ اور وہ علیم و خبیر ہستی دیکھ رہی ہے کہ ہم اس نعمت کی کیا قدر کر رہے ہیں۔

یہ کتبات اور ان کی تاریخ پڑھی۔ چبوترے سے اُترا تو اس یادگار کے ایک محافظ کی آواز سُنی۔ وہ ایک شخص کو آواز دے رہا ہے۔ جو اپنے کتے کو سیر کروانے کیلئے یہاں لایا تھا۔ وہ مینارِ پاکستان کے چبوترے پر کُتے کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔ کتنی غلط جگہ اُس نے اس خدمت کے لئے منتخب کی۔ یہاں تو صاحبِ دل کے جذبات میں تلاطم پیدا ہوتا ہے۔ یہاں آکر تو مسلمانوں کی کاوش کی تاریخ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ اس سبزہ زار کی فضاؤں میں آج بھی اس قرارداد کی گونج سُنائی دیتی ہے جب مسلمانوں نے اپنی عظیم منزل کی تعیین کی تھی۔ تیئیس مارچ کو ہم نے ایک عظیم سفر کا آغاز کیا تھا۔

اور یہ کیا تاریخی اتفاق ہے۔ کہ اِس قرارداد پاکستان سے اکاون برس یعنی نصف صدی قبل۔ خدا کے ایک بندے نے تیئیس مارچ کو لدھیانہ کے مقام پر ایک جماعت کی بنیاد رکھی تھی۔ جسے جماعت احمدیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے نے چالیس آدمیوں سے عہد لیا کہ وہ شرک سے ہمیشہ مجتنب رہیں گے۔ قال اللہ اور قال الرسول کو حرزِ جان بنائیں گے۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی سے پیش آئیں گے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اور تاریخ احمدیت گواہ ہے کہ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ اس قافلہ کو لے کر وہ سالارِ کارواں روانہ ہُوا۔ اُن صالحین نے اپنے اندر ایک نیک تبدیلی پیدا کی۔ راہِ حق میں انہوں نے اپنے آرام تیاگ دیئے۔ اشاعتِ دینِ متین کیلئے انہوں نے اپنے اموال پانی کی طرح بہا دیئے۔ تاریخِ احمدیت گواہ ہے۔ انہوں نے قلمی جہاد کیلئے بیویوں کے زیور بیچے۔ اگر جان کی قربانی کا تقاضا ہُوا تو تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ کہتے ہوئے انہوں نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اور پھر ہم نے اس تاریخی حقیقت کو دیکھا۔ ؎ کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔

اور جب اس قافلہ کے سالار کا آخری وقت قریب آیا تو اسے یہ آواز سنائی دی

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد"

کہ ناز سے چل تیرا وقت قریب آ پہنچا۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والوں کا قدم ایک بلند مینار پر پڑ چکا ہے۔ اور ہماری آنکھیں آج اُس مینار کی عظمت و رفعت کو دیکھ رہی ہیں۔ خدا کرے یہ بلند مینار ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ یہ مینار بلند اور بلند ہی رہے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

صبر ایوبی

اللہ کے پیارے بندوں کا خاصّہ ہے کہ وہ خدا کی تقدیر پر راضی رہتے ہیں۔ اور اگر خدا ان کی کسی پیاری چیز کو اُن سے واپس لیتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتے ہیں۔ اور یہ امتحان اُن کے لئے خدا کی رحمت کے نزول کا سبب بنتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِیَ لَهٗ فَلَهُ الرِّضٰى (ترمذی ابواب الزہد) کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی آزمائش کرتا ہے۔ تو جو خدا کی رضا پر راضی ہوتا ہے اُسے خدا کی رضا نصیب ہوتی ہے۔ حضرت انسؓ سے ہی ایک دوسری حدیث مروی ہے اور یہ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے اِذا اَخَذْتُ کریمتی عبدی فی الدنیا لم یکن لہ جزاءٌ عندی اِلّا الجنّۃ. کہ جب میں اپنے بندے کی دو محبوب چیزیں لُوں تو میرے ہاں اس کی جزا صرف جنّت ہی ہے۔ دو محبوب چیزوں سے مراد شارحینِ حدیث نے دونوں آنکھیں بھی لی ہیں۔ پچھلے دِنوں جماعتِ احمدیہ کے لئے حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ اَحسن مثواہ کی وفات ایک عظیم صدمہ تھا۔ قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر کئی بار فرما چکے ہیں کہ امام اور جماعت کوئی دو وجود نہیں ہیں۔ امامِ　　کی ہر خوشی جماعت کی خوشی ہے اور آپ کا صدمہ جماعت کا صدمہ ہے۔ اس صدمہ میں ہمارے پیارے امام نے جس طرح جماعت کی ڈھارس بندھائی اور جس صبر کا اپنے عملی نمونہ سے درس دیا۔ اُسے جماعت ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ کی خدمت میں آپ کے جن ارادتمندوں نے تعزیّت کا اظہار کیا ان کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اسے ہم احبابِ جماعت کیلئے یہاں نقل کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیّدہ منصورہ بیگم کی وفات پر آپ نے تعزیّت کا اظہار فرمایا ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ہم اس موقعہ پر اپنے ربّ کی رضا پر راضی اور اُس تقدیر پر خوش ہیں۔ اسی پر ہمارا توکّل ہے اور اسی کے حکم کے مطابق ہم انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔

منصورہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ جو میری ذمّہ داریوں کی ادائیگی کے لئے میری شریکِ حیات میں ضروری تھیں انہوں نے نہایت باوقار رنگ میں فدایانہ زندگی گزارتے ہوئے مجھ پر اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی میں مجھے بہت مدد دی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ ہمیں صبر کی توفیق دے اور منصورہ بیگم کے درجات ہر آن بلند فرماتا رہے آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اُن راہوں پر چلائے جو اُس کی رضا کی طرف جانے والی ہوں۔

دوشنبہ مبارک

ساری جماعت کے لئے یہ خبر بے حد خوشکُن اور پُر مسرّت ہے کہ یکم فروری بروز دوشنبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام جماعت احمدّیہ کو پوتے سے نوازا۔ صاحبزادہ مرزا القمان احمد جو حضرت اقدس کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صاحبزادی فائزہ بیگم کے بطنِ مبارک سے لڑکا عطا فرمایا جس کا نام حضور نے عثمان احمد آدم تجویز فرمایا۔

عزیز مرزا عثمان احمد صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیّہ کے نواسہ ہیں۔ اس مبارک موقعہ پر ادارہ قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ، صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا القمان احمد اور صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہیں کہ وہ نومولود کو اُن سب دُعاؤں کا مستحق اور مورد بنائے جو حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنی ذرّیت کیلئے فرمائیں۔ کتنا رحیم وکریم ہے ہمارا آقا۔ اگر چند دن پہلے اُس نے ایک امتحان سے جماعت کو دوچار کیا۔ تو اس رحیم وکریم خدا نے جلدی اُن کے زخموں پر اپنی رحمت کی مرہم کا پھاہا رکھا۔ سچ کہا ہے اُس قادر وقدیر نے وانّہٗ ھُوَ اَضحَکَ وابکیٰ۔ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت بانیٔ سلسلہ کی اس دُعا کا مورد بنائے۔

غموں کا ایک دن اور چار شادی　　٭　　فسبحان الّذی اخزی الاعادی

درس الحدیث

مستقل مزاجی

عن مسروق قال. سألتُ عائشۃَ عن عمل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم. فقالت کان یُحِبُّ الدّائم. فقال قُلتُ ایَّ حین کان یصلّی فقالتْ کان اِذا سَمِعَ الصّارخ قامَ فصلّی۔

(مسلم باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فی اللّیل)

ترجمہ:- حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں مَیں نے امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے عمل کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایسا عمل پسند تھا جو مستقل مزاجی سے کیا جائے۔ حضرت مسروقؓ نے پھر دوسرا سوال یہ کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تہجد کس وقت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب آپ مُرغ کی اذان سُنتے تو نماز کے لئے اُٹھتے اور نماز پڑھتے۔

حضرت مسروقؓ اکابر تابعین میں سے تھے۔ اکابر صحابہ کا زمانہ پایا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی وفات سے قبل اسلام لائے تھے۔ بہت بڑے فقیہہ تھے۔ خالد بن عبداللہ عامل بصرہ نے ایک بار انہیں تیس ہزار درہم بطور ہدیہ بھجوائے۔ لیکن باوجود ضرورت کے انہوں نے یہ ہدیہ قبول نہ کیا۔ انہوں نے سیّدہ عائشہؓ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے کام کی کیفیّت کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضور کو مستقل مزاجی پسند تھی۔ آپ استقلال سے کام کرتے تھے۔ امام مسلم اسے تہجد کی نماز کے باب کے نیچے لائے ہیں تو اس سے مقصد یہ ہوا کہ حضور کا عبادت میں بھی یہی طریق تھا کہ مستقل مزاجی سے نوافل ادا فرماتے۔ یہ نہیں جیسا کہ بعض لوگ جوش میں آکر چند روز تو نوافل اور تہجد پر زور دیتے ہیں۔ پھر چند دنوں کے بعد نماز باجماعت کا بھی اہتمام نہیں کرتے۔ زندگی میں کامیابی کے لئے مستقل مزاجی اور استقلال بے حد ضروری ہے۔ محنت اور مستقل مزاجی سے انسان رفعتوں کو چھو لیتا ہے۔ کاہلی اور تذبذب انسان کی ترقی میں عظیم روک ہے۔

اس کے بعد پوچھا حضورؐ کس وقت تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب مُرغ اذان دیتا ہے۔ اس زمانہ میں ستاروں سے یا مُرغ کی اذان سے ہی وقت کا اندازہ کرتے تھے خوش قسمت اور سعید ہے وہ شخص جسے تہجد کی عادت ہے اور وہ مداومت سے اسے ادا کرتا ہے۔

اَطِعْ رَبَّكَ الجَبَّار

زبردست قوّتوں کے مالک اپنے ربّ کی اطاعت کر

اَطِعْ رَبَّكَ الجَبَّارَ اَهْلَ الْاَوَامِرِ ❊ وَخَفْ قَهْرَهٗ واَتْرُكْ طَرِيْقَ التَّجَاسُرِ

اپنے ربّ کی اطاعت کر جو جبّار اور اہلِ احکام ہے — اور اس کے قہر سے ڈر اور دلیری کی راہ چھوڑ دے

وكيفَ عَلَى النَّارِ النَّهَابِرِ تَصْبِرُ ❊ واَنْتَ تَاَذّٰى عِنْدَ حرِّ الهَوَاجِرُ

تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کرے گا — تیرا حال تو یہ ہے کہ عین دوپہر کی گرمیوں کی تکلیف اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا

وحبّ الهوٰى واللّٰهِ صِلٌّ مُّدَمِّرٌ ❊ كَمَلْمَسِ اَفْعٰى نَاعِمٌ فِى النَّوَاظِرُ

اور ہوا و ہوس کی محبّت بخدا ہلاک کرنے والا سانپ ہے — اور اوپر سے سانپ کی کینچلی کی طرح صاف اور ملائم ہے

فَلَا تَتَجَاوَزُوا الطَّغْوٰى فَاِنَّ اِلٰهَنَا ❊ غيورٌ علٰى حرمانهِ غير قاصِرُ

حد سے تجاوز مت کر کہ ہمارا خدا — اپنی حدود پر غیرت مند ہے اور مجرموں کو نہیں چھوڑے گا

(انجام آتھم)

تشریح:۔ خدا کے محبوبین کی آمد کی ایک غرض یہی ہوتی ہے کہ مخلوق کو خالق کی راہ دکھائیں۔ وہ دُنیا والوں کو یہ انذار کرتے ہیں کہ جن راہوں پر تم چل رہے ہو۔ یہ ہلاکت کی راہیں ہیں۔ گناہ پر دلیری انسان کو تباہی کے گڑھے کی طرف دھکیل دے گی۔ اور یہ کہ خدا کے محارم میں تجاوز اُس آسمانی بادشاہ کی رکھ یعنی چراگاہ کی حدود میں تجاوز کرتا ہے۔ اور انسان نے خالق سے لڑائی کی راہ اختیار کر کے کب چین اور سُکھ کا مُنہ دیکھا ہے۔ لیکن ہوائے نفس کے پرستار کب اس آواز کو اہمیّت دیتے ہیں۔ ہاں متّقی اور خدا کا خوف رکھنے والے اس آواز پر ضرور چونک اٹھتے ہیں۔ وہ نذیر کے انذار پہ کان دھرتے ہیں۔ اور اپنے پر اس کی رحمت کے باب وا کرتے ہیں۔

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالقاسم آں آفتابِ جہاں

ابوالقاسم وہ آفتاب عالمتاب ہے

خدائیکہ جاں بررہِ اُو فدا ؛ نیابی رہش جز پئے مصطفےٰ

وہ خدا جس کی راہ میں ہماری جان قربان ہے — اس کا راستہ تجھے مصطفیٰ کی پیروی کے بغیر نہیں مل سکتا

ابوالقاسم آں آفتابِ جہاں ؛ کہ روشن شد از وے زمین و زماں

ابوالقاسم وہ آفتاب عالمتاب ہے۔ — کہ جس سے زمین و زماں روشن ہو گئے

بشر کے بُدے از ملک نیک تر ؛ نبودے اگر چوں محمدؐ بشر

انسان فرشتے سے زیادہ کیونکر نیک ثابت ہوتا۔ — اگر محمد (صلعم) کی طرح کا انسان پیدا نہ ہوتا

نبایدَ ترا شرم از کردگار ؛ کہ اہلِ خرد باش و باوقار

کیا تجھے خدا تعالیٰ سے شرم نہیں آتی۔ — کہ عقلمند اور معزز ہونے کے باوجود

پس آنکہ شوی منکرِ آں رسولؐ ؛ کہ یابد از و نورِ چشم عقول

پھر بھی تو اس رسول کا منکر ہے — جس سے خود عقل کی آنکھیں نور حاصل کرتی ہیں

(براہین احمدیہ حصہ سوئم حاشیہ ص۲۷۴)

اللہ تعالیٰ کی محبت بدوں اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میسر نہیں ہو سکتی۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس نے اپنے کئی اشعار میں اس نکتۂ معرفت کا ذکر کیا ہے۔ آپ اپنے ایک عربی شعر میں فرماتے ہیں۔ ؎ واللّٰہ انّ محمدًا کردافۃٍ ؛ وَبِہ الوصول بسُدّۃِ السلطان ۔ بجز اب تو خدا کی بارگاہ تک رسائی بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتی۔ کیا خوب آپ نے فرمایا۔ ؎ خدا نمگوئمش از ترسِ حق مگر بخدا ؛ خدا نما است وجودش برائے عالمیاں کہ میں خدا کے خوف کی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نہیں کہتا۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کا وجود دُنیا کیلئے خدا نما ہے۔ دو مزید نکات ان شعروں میں بیان کئے ہیں ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کی تخلیق کی غرض ہیں۔ دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ اسی حقیقت کا غماز ہے اور تیسرا شعر یہ بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر تشریف نہ لاتے تو بشر کی پرواز ملائکہ سے بلند ثابت نہ ہو سکتی۔ معراج کی حدیث اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جب ایک مقام پر جاکر جبرائیل بھی رُک گئے اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ آپ جا سکتے ہیں۔ خدا کی تجلّی کی تاب میری پرواز برداشت نہیں کر سکتی۔

صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک اہم پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

عزیز بھائیو اور بہنوں! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ میں وعدوں کی ادائیگی کے لئے مَیں نے پندرہ مراحل تجویز کئے تھے۔ جن میں سے آٹھ مراحل انشاء اللہ ۲۸ر فروری ۱۹۸۲ء کو پورے ہو جائیں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ مخلصینِ جماعت مرد و زن نے اس عظیم تحریک کی اہمیت کو سمجھ لیا ہے۔ اور وہ اپنے وعدوں کی ادائیگی کے لئے کوشاں ہیں۔ الحمدللہ۔

پچھلے دِنوں دفتر نے میرے سامنے ۲۲ جماعتوں کے ۱،۲۱۷ افراد کی ایک فہرست پیش کی تھی۔ جنہوں نے اپنے وعدوں کا نصف یا اس سے زائد حصّہ ادا کر دیا ہے۔

مَیں نے دفتر کو یہ بھی ہدایت کر دی تھی کہ جماعتوں کی طرف سے ایسی اور فہرستیں آئیں تو وہ بھی میرے سامنے پیش ہوتی رہیں۔ اَب میرے سامنے ۳۴ جماعتوں کے ۱،۷۹۷ افراد کی دوسری فہرست پیش ہوئی ہے۔ گویا اَب تک وصول ہونے والی رپورٹوں کے مطابق ۳،۰۱۴ افراد نصف یا زائد ادائیگی کر چکے ہیں۔ (مجھے علم ہے کہ ابھی بہت سی جماعتوں کی طرف سے فہرستیں نہیں آئیں، وگرنہ اصل تعداد بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب افراد کو بہتر اجر دے اور ان کے اموال میں برکت عطا فرمائے اور انہیں مالی قربانیوں کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین۔

مَیں عالمی جماعتِ احمدیہ کے تمام امراء، صدر صاحبان اور مخلصینِ جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اس عظیم تحریک کو جو دین حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کیلئے جاری کی گئی ہے اور جس کے طیّب و شیریں ثمرات آپ کے سامنے ہیں، کامیاب بنانے میں اپنی مساعی کو تیز سے تیز تر کرتے چلے جائیں۔ اَللّٰھُمَّ انۡصُرۡ مَنۡ نَصَرَ دِیۡنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔

والسّلام

مرزا ناصر احمد (دستخط)

(امام جماعت احمدیہ)

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا حدوشمار نہیں

نیک عادات کو دوام بخشیں

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ نے مورخہ یکم نبوت / نومبر ۱۳۶۰ہش / ۱۹۸۱ء کو انصاراللہ کے سالانہ اجتماع سے جو خطاب فرمایا۔ وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا حق تو زبان بھی ادا نہیں کر سکتی، اعمال کا اس حق کو ادا کرنا تو اور بھی بعید بات نظر آتی ہے۔ انسان اگر غور کرے تو روزمرّہ کی زندگی ہی میں اس کو اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات نظر آئیں گے کہ ممکن ہی نہیں کہ ان کا حق ادا ہو سکے۔ اور جماعتی زندگی میں جماعت احمدیہ کی زندگی میں جو بحیثیتِ احمدی ہمیں احسانات کا ایک لامتناہی سلسلہ بارش کی طرح برستا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ان پر تو اگر ہماری نسلیں قیامت تک شکر ادا کرتی رہیں تو اس ایک نسل کے احسانات کا شکر یہ بھی ادا نہ کر سکیں جس نے اس زمانے میں وہ احسانات اللہ تعالیٰ کے، بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھے ہیں۔

جہاں تک مجلس انصاراللہ کا تعلق ہے محض اس کے فضل اور رحم اور کرم کے ساتھ یہ سال بہت ہی خوش کن گزرا ہے۔ ہر میدان میں اس کے فضل کے ساتھ پہلے سے بہت ترقی عطا ہوئی۔ تمام شعبوں میں ایک نئی بیداری کا احساس نظر آیا اور اس اجتماع کے موقع پر جو حاضری کا معیار تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ "سیکھنے" اور "پانے" کی تمنا انصار میں پہلے سے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس کا معیار یہ ہے کہ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریر کے موقع پر جو زیادہ سے زیادہ حاضری ہوتی ہے اگر اس کا موازنہ عام تقریروں کی حاضری سے کیا جائے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ کس حد تک ذمہ داری کے احساس کے ساتھ کچھ نہ کچھ پا لینے کی خواہش لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ حضور کی تقریر پر تو کشاں کشاں ہر احمدی چلا ہی آتا ہے۔ اس کا کوئی بھی معیار ہو، وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ گھر میں بیٹھا ہوا ہو اور حضور کی تقریر ہو رہی ہو۔ لیکن وہ کشش جو بے پناہ کشش اللہ تعالیٰ نے خلافت کو عطا فرمائی ہوئی ہے وہ وقتی طور پر نہ رہی ہو، عام مقررین غریب میرے جیسے کوئی خاص کمال کسی قسم کا نصیب نہ ہو ان کو، بظاہر یا حقیقت میں جو بھی شکل ہو، اس پر لوگوں کا تشریف لے آنا، صبر کے ساتھ بیٹھے رہنا ایک غیر معمولی زندگی کی علامت ہے۔ خالصۃً للہ وقف کرنے والے لوگ ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ اتنی حیرت انگیز وفا کا نمونہ دکھایا ہے انصار نے کہ اس نظارے سے دل عش عش کر اٹھتا تھا اور بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی تھیں۔ بعض معمّر بزرگ اسی، اسی سال کے دس دس گھنٹے مسلسل بیٹھے ہیں۔ ان میں ایسے بھی تھے جو علم و فضل کے لحاظ سے ایک خاص مقام پر ہیں اور عام روزمرّہ کی تقریریں سننے سے ان کو کوئی خاص علمی فائدہ نہیں پہنچتا تھا۔ جانتے تھے ان باتوں کو۔ مثلاً حضرت مرزا عبدالحق صاحب۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تمام کتب بار بار پڑھ چکے ہیں۔ تو اس لالچ میں تو نہیں بیٹھتے تھے کہ مجھے کوئی چیز نئی ملے۔ نئی بھی ملتی ہے ضرور ہر انسان کو کچھ نہ کچھ۔

مگر محض ایک وفا کا تقاضا تھا۔ ایک اطاعت کا تقاضا تھا کہ خدا کے نام پر جو مجلس اکٹھی ہوئی ہے اس میں بیٹھ کر برکت حاصل کرنی ہے۔ صبح کی تہجد کی حاضری بھی خدا کے فضل سے بہت ہی خوش کُن تھی۔

اس اظہارِ تشکر کے بعد میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس عادت کو دوام بخشیں اپنی اگلی نسلوں میں۔ جو قابلِ فکر بات ہے وہ یہ ہے کہ ہماری اگلی نسلیں دینی مجالس کی اہمیّت سے اس طرح واقف نہیں ہیں جس طرح یہ نسل جو اس وقت سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ ایک بہت ہی تکلیف دہ نظارے کی شکل میں ہمیں جلسہ سالانہ کے موقع پر نظر آتا ہے کہ سلسلہ کے مقرّرین بڑی محنت سے تقریریں تیار کرتے ہیں ان میں اگر بیٹھے ہوئے کوئی انسان ان ساری تقاریر کو سُن لے تو ایک بدلی ہوئی شکل لے کر وہاں سے نکلے گا لیکن ہماری تعداد نوجوانوں کی، نئی نسلوں کی۔ باہر پھر رہی ہوتی ہے۔ بازاروں میں میلوں کی طرح اپنے وقت کو ضائع کر رہی ہوتی ہے اور صرف ایک دو تقریروں پر انہوں نے نشان لگائے ہوتے ہیں جو ان کی پسند کے مطابق کی تقریریں ہیں۔ حالانکہ بہت ہی بڑی ایک نہر نہیں بلکہ ایک قلزم جاری ہوتا ہے عرفان کا اور علم کا اس زمانے میں اور خدا کی برکتیں جو اترتی ہیں وہ اس کے سوا ہیں۔ تو علمی استفادے کے سوا ان لوگوں میں بیٹھ رہنا ہی بابرکت ہے اور برکت کا موجب ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کہاں ذکرِ الٰہی ہو رہا ہے۔ ایسی مجلس میں کچھ فرشتے پہنچے جہاں ذکرِ الٰہی ہو رہا تھا۔ وہ واپس گئے (یعنی عروج فرمایا جو بھی اس کے معنی ہیں) اور خدا کے حضور عرض کیا کہ اے خدا! تیرے کچھ بندے محض تیری خاطر بیٹھے ہوئے تھے اور تیرا ذکر کر رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان بندوں کو میں نے بخش دیا۔ ان کے سارے گناہ بخش دیئے۔ اس پر ایک فرشتے نے عرض کی کہ اے خدا! ان میں ایک وہ بھی تھا جو ذکرِ الٰہی کی وجہ سے وہاں اکٹھا نہیں ہوا تھا۔ وہ راستہ چلتے ہوئے مجلس دیکھ کے کچھ دیر کے لئے رُک گیا تھا۔ تو خدا نے فرمایا جو لوگ میرے ذکر کی خاطر اکٹھے ہوتے ہیں ان میں اتنی برکت ہوتی ہے کہ ان کے ساتھی بھی بخشے جاتے ہیں۔ وہ بھی برکت پا جاتے ہیں۔

پس اتنا رحیم و کریم، بے انتہا رحمتیں فرمانے والا خدا جن کو نصیب ہو جائے اس کی رحمتوں سے محروم اس حد تک ہو جائیں کہ ان لوگوں میں بیٹھنا بھی نصیب نہ ہو سکے جو خدا کے ذکر کی خاطر اکٹھے ہوئے ہیں تو بہت بڑی محرومی ہے۔

اس لئے قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (التحریم آیت: ۷) صرف اپنے کو نہ بچاؤ بلکہ اپنے بچوں اور اپنی اولادوں کو بھی آگ سے بچاؤ۔ اور وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر آیت: ۱۹) ہر انسان، ہر جان نگران رہے کہ وہ آئندہ عاقبت کے لئے بھی اور اس دُنیا میں بھی کیا پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اگلی نسلوں کے لئے کیا نمونے بھیج رہا ہے؟

اس نقطۂ نگاہ سے انصار کی (تربیت کے لحاظ سے میں عرض کر رہا ہوں) پہلی ذمّہ داری ہے کہ جو کچھ انہوں نے پایا ہے اس ماحول میں یا اس سے پہلے ساری عمر میں جو کچھ بھی کمایا نیکیوں کی صورت میں اس کو اگلی نسلوں میں جب تک راسخ اور راسخ نہ کر لیں چین کا سانس نہ لیں۔ اور یہ کام دعاؤں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مسلسل، بار بار کی دُعا اور التجا خدا کے حضور کہ

اے خدا زندگی تو تیرے بس میں ہے، میرے بس میں نہیں۔ میری تمنّا یہ ہے کہ میں اچھی، پاک نسلیں پیچھے چھوڑ کے جاؤں جو تیرے ذکر کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور تیری محبت ان کے دلوں میں بسی رہے اور کوئی غیر کی محبّت تیری محبّت کے بدلے داخل نہ ہو سکے بلکہ تیری محبّت ہی اور محبتوں کو جنم دیتے

والی ہو۔ کسی غیر کی دشمنی ان کے دل پر غالب نہ ہو۔ جو دشمنی ہو وہ تیری رضا کی خاطر ان سے ہو جو تیرے دشمن ہیں۔ اور ہمیں توفیق عطا فرما۔ ہم بے بس ہیں علم کے لحاظ سے، قوتِ قدسیہ کے لحاظ سے۔ اور بہت سی کمزوریاں ہمارے ساتھ لاحق ہیں جن کی وجہ سے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہمیں توفیق عطا فرما۔ اپنے فضل سے ہمارے تھوڑے میں بہت برکت ڈال۔ اور اس چین کے ساتھ ہم آنکھیں بند کر رہے ہوں کہ اپنے پیچھے احمدیت کے بہت ہی نیک، پاک اور عمدہ رہنے والے اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے نمونے چھوڑ رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تعلیمی نصاب امتحانات انصار اللہ مرکزیہ برائے سال ۱۳۶۱ ہش / ۱۹۸۲ء

تمام زعماء و اراکین مجالس انصار اللہ کی آگاہی کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سال ۱۹۸۲ء کے دوران مندرجہ ذیل نصاب کے مطابق مقررہ تاریخوں کے مطابق مرکزی امتحانات منعقد ہوں گے انشاءاللہ۔ از راہِ کرم اس پروگرام کے مطابق انصار کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں امتحانات کیلئے تیار کریں۔ جزاکم اللہ

۱۔ امتحان سہ ماہی اوّل ______ تاریخ امتحان ۲۳ امان / مارچ

نصاب ۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۲ ربع سوئم

۲۔ اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱ تا ص۶۸ (ایصالِ خیر کی اقسام عفو، عدل، احسان وغیرہ تک)

۳۔ چالیس جواہر پارے (مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) ص۱ سے دسویں حدیث تک کا مطلب و مفہوم اور تشریح۔

۲۔ امتحان سہ ماہی دوم ______ تاریخ امتحان ۲۵ احسان / جون

نصاب ۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۲ ربع چہارم

۲۔ اسلامی اصول کی فلاسفی از ص۶۸ تا ص۱۵۰ (یعنی تین عالم تک)

۳۔ چالیس جواہر پارے۔ حدیث ۱۱ تا ۲۵ مطلب و تشریح۔

۳۔ امتحان سہ ماہی سوم ______ تاریخ امتحان ۲۴ تبوک / ستمبر

نصاب ۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۳ ربع اوّل و دوئم

۲۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ص۱۵۰ دوسرا دقیقہ معرفت سے آخر تک ص۲۰۸۔

۳۔ چالیس جواہر پارے حدیث ۲۶ تا حدیث ۴۰ ترجمہ و تشریح

قائد تعلیم
مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ

سیرۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

تعلق باللہ اور قبولیتِ دُعا کے واقعات

یہ مقالہ مولانا محمد شفیع صاحب اشرف نے اجتماع انصار اللہ منعقدہ ۱۹۸۱ء میں پیش کیا

ہمارے سیّد و مولا، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم، بلاشُبہ تمام وُلدِ آدم کے سردار اور تمام اولیاء و اصفیاء اور انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپؐ صحیح معنوں میں انسانِ کامل، عبدِ کامل اور صفاتِ خداوندی کے مظہرِ اتم ہیں۔ دُنیا میں نہ کوئی آپؐ جیسا ہُوا اور نہ ہوگا۔ تمام انسانی کمالات آپ پر ختم ہوگئے۔ تقویٰ کی سب راہیں آپ نے طے کیں۔ اور تعلق باللہ اور محبّتِ الٰہی کے سب دروازوں سے آپؐ گذرے۔ ساری عمر خدا کی رضا حاصل کرنے۔ اُس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے اور اُس کے پاک اور اقدس نام کو بلند کرنے میں لگے رہے۔ حتّٰی کہ خدا نے آپ کو ساری دُنیا کے لئے ہادی اور سب نبیوں کے سردار کی حیثیت سے چُن لیا۔ اور اپنے دربار کی رسائی کے لئے آپؐ کی اتباع اور پیروی کو شرط قرار دے دیا۔

اسی وجہ سے اور اسی دلیل کے ساتھ آپؐ اپنے ربّ کے ساتھ سب سے زیادہ تعلّق رکھنے والے اور محبّت کرنے والے ہیں۔

آپؐ کو اپنے خدا کے ساتھ ایسی محبّت اور ایسا تعلّق اور ایسا عشق تھا کہ کوئی بھی معاملہ ہو اس میں آپؐ اپنے خدا کا نام ضرور لیتے۔ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے۔ کھاتے پیتے۔ ہر موقعہ اور ہر مقام پر خدا کا نام لیتے۔ اس کی حمد کرتے۔ اس سے برکت چاہتے۔ اس کی نصرت اور تائید اور فضل کے خواہاں ہوتے۔

احادیث کے مجموعوں میں ادعیۃ الرسولؐ بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ اتنی کثرت۔ اور اتنی محبّت اور اتنی والہیّت کے ساتھ آپؐ ایسا کرتے کہ کفار بھی بے اختیار ہوکر یہ کہہ اُٹھے۔ عشق محمّدٌ رَبَّہٗ کہ محمدؐ تو اپنے ربّ پر واقعی عاشق ہوچکا ہے۔

خدا کی عبادت اس قدر اخلاص اور اہتمام سے کرتے کہ بعض اوقات تو نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ اتنی رقّت دلسوزی اور زاری کے ساتھ دعائیں کرتے کہ آپ کے سینہ کی کیفیّت یہ ہوتی کہ گویا ہنڈیا کے نیچے آگ جل رہی ہے اور اس کا پانی پُورے جوش کے ساتھ اُبل رہا ہے۔

راتوں کو جب لوگ اپنے اپنے گھروں میں محوِ استراحت ہوتے۔ آپؐ یادِ خدا اور ذکرِ خداوندی کے لئے باہر نکل جاتے اور خدا کے حضور مناجات کرتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ میرے ہاں آپؐ کی باری تھی۔ رات کو جب میری آنکھ کھُلی تو دیکھا کہ حضور تشریف فرما نہیں ہیں۔ سخت حیرانی

ہوئی اور آپؐ کو تلاش کیا۔کہیں پتہ نہ لگا تو جنّت البقیع میں آپؐ کو پایا۔آپؐ نہایت الحاح اور درد کے ساتھ مناجات کر رہے تھے۔

"اے میرے خدا! میری رُوح۔میری جان۔میری ہڈیاں اور میرا بال بال تیرے حضور سجدہ ریز ہیں۔"

ابتداء سے ہی آپؐ کی یہ کیفیت تھی۔حضورؐ کی روحانی بلوغتِ تامہ کی زندگی غارِ حرا سے شروع ہوتی ہے۔آپؐ وہاں تین تین چار چار دن کا زادِ سفر ساتھ لے جاتے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔بچے موجود تھے۔بیوی موجود تھی۔مگر اُن سب کو چھوڑ کر محض اللہ تعالیٰ کی محبّت کے جوش میں کئی کئی دن وہاں رہتے اور پہاڑی پہ دو پتھروں کے درمیان بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔واپس تشریف لاتے تو مخلوقِ خدا کی خدمت میں لگ جاتے۔مسکینوں کی خبر گیری اور کمزوروں کی مدد کرتے۔فراغت ملتی تو پھر کئی کئی دن تخلیہ میں عبادت کرنے کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔

ابتدا یہ تھی تو انتہاء بھی اسی محبّتِ الٰہی پر ہوئی۔وفات سے ایک روز قبل آپؐ نماز کے لئے تشریف لائے۔درد کی وجہ سے سر پر کپڑا بندھا ہُوا تھا۔نماز پڑھائی اور پھر مختصر وعظ فرمایا۔فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ اس دُنیا کو اختیار کرے اور چاہے تو آخرت کو۔مگر اس بندے نے آخرت کی زندگی کو اختیار کیا۔حضرت ابوبکرؓ سنتے ہی رو پڑے۔اور سمجھ گئے کہ حضورؐ کا اشارہ کس طرف ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔جب حضورؐ نے انتقال فرمایا تو اُس وقت آپؐ کا سَر میرے سینہ پر تھا۔اور آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔گویا اب رفاقتِ الٰہی مطلوب ہے۔اپنے آسمانی خدا کے پاس اب جانا چاہتا ہوں۔اپنے آسمانی آقا اور رفیق کی خدمت میں حاضری کا خواہاں ہوں۔

آخری وقت میں ایسے الفاظ صرف اُسی کی زبان پر جاری ہو سکتے ہیں جس کا رُواں رُواں محبتِ خداوندی میں سرشار ہو۔

اسی کامل تعلق کا نتیجہ تھا کہ محبّتِ خداوندی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کے شکر کے جذبات بھی آپ کے اندر کمال کی حد تک تھے۔ بعض دفعہ بادل آتے اور اس کے موٹے موٹے قطرے گرتے تو آپؐ کمرے سے باہر تشریف لاتے۔زبان باہر نکالتے اور اس پر بارش کے ان قطرات کو لیتے اور فرماتے۔میرے ربّ کی طرف سے اُس کی رحمت کا یہ تازہ قطرہ آیا ہے۔

بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔لیکن دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ نکلی ہوئی یہی بات اُس عشق اور محبّت کی دلیل ہے جو آپؐ کو اپنے مولا کے ساتھ تھا۔اور جس کے تازہ انعام سے خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔جذبۂ شکر کے ساتھ آپ لطف اندوز ہوتے تھے۔

خشیۃ اللہ کا یہ عالم کہ ہر وقت اپنے مولا سے ڈرتے اور اُس سے توبہ و استغفار کرتے رہتے۔فرماتے ہیں "خدا کی قسم میں دن میں ستّر دفعہ سے زیادہ (یعنی کثرت کے ساتھ) اپنے خدا کے حضور اپنی کمزوریوں سے عفو کی درخواست کرتا ہوں اور اُس کی طرف جھکتا ہوں۔

ہر آن اُس کی عظمت کا اقرار و اظہار کرتے اور اس کی پناہ اور حفاظت چاہتے۔بستر پر لیٹتے ہیں تو دعا مانگتے ہیں۔

"اے میرے مولا! میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں اپنی سب توجہ تیری طرف پھیرتا ہوں۔میں اپنا معاملہ تیرے ہاتھوں میں دیتا ہوں۔اور اپنے آپ کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔تجھ سے نفع اور خیر کا امیدوار ہوں۔تیری کبریائی اور استغنا سے ڈرتا ہوں۔تیرے غضب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔اور نہ کوئی نجات کا مقام ہے۔مگر یہی کہ تجھ سے ہی

نجات اور پناہ طلب کی جائے۔ میں اُس کتاب پر جو تو نے نازل کی ہے اور اُس رسول پر جو تو نے بھیجا ہے۔ ایمان لاتا ہوں "

تعلق کی ایک علامت غیرت بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت بھی آپؐ کے اندر بدرجہ اتم تھی۔ بہت سی اور بے شمار مثالیں ہیں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی وفات کا وقت تھا سخت بیماری اور تکلیف کی حالت تھی۔ کروٹیں بدلتے۔ کبھی دائیں طرف ہوتے۔ کبھی بائیں طرف۔ اور فرماتے۔ خدا لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ آپؐ کو یہ احساس تھا کہ میرا وقت اب قریب ہے۔ اس لئے بار بار یہ الفاظ فرماتے۔ گویا صحابہؓ کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ دیکھنا کہیں میرے بعد تم بھی شرک میں ملوّث نہ ہو جانا۔ اور میری عظمت اور شان کو دیکھ کر کہیں میری طرف بھی خدائی صفات منسوب نہ کر دینا۔

ہر کہ عارف تر ترساں تر۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے حد درجہ ڈرتے۔ فرماتے میری نجات بھی اُس کے فضل سے ہی ہوگی۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اپنے ہر معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک اور صاف رکھتے۔ چھوٹی چھوٹی بات کا خیال رکھتے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ بعض دفعہ آپؐ گھر تشریف لے جاتے اور بستر پر کوئی کھجور پڑی ہوئی آپ کو نظر آتی۔ کھانے کی غرض سے اٹھا لیتے۔ مگر فوراً خیال آجاتا کہ یہ کہیں صدقہ کی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ میں غریبوں کا حق کھا جاؤں۔ چنانچہ آپؐ اسی طرح اس کھجور کو رکھ دیتے اور اپنے منہ میں نہ ڈالتے۔

توکل۔ یقین اور اعتماد کا یہ حال کہ دشمن تلوار سونت کر کھڑا ہے۔ پوچھتا ہے۔ محمدؐ! بتا۔ اب آپ کو کون بچائے گا۔ فرمایا میرا اللہ دشمن کانپنے لگ جاتا ہے۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے۔ واللّٰه يعصمك من الناس کی آیت اُتری تو اسی وقت پہرہ کا انتظام ختم کروادیا۔ فرمایا بس اب اس کی ضرورت نہیں۔ میری حفاظت کا ذمّہ خدا نے لے لیا ہے۔

ہجرت کا وقت ہے۔ غارِ ثور میں پناہ گزین ہیں۔ دشمن سر پر کھڑا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی حفاظت کے خیال سے طبعاً گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن آپؐ ہیں کہ اُن کو تسلّی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں لا تحزن إن الله معنا۔ گھبراؤ مت۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

مدینہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ سُراقہ پیچھا کرتے ہیں۔ کوئی پرواہ ہی نہیں۔ گھبرانا اور دوڑنا تو الگ رہا۔ منہ پھیر کر ایک دفعہ بھی اُس کی طرف نہیں دیکھتے۔ بلکہ حد درجہ اعتماد اور توکل کے ساتھ قرآن پڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ سُراقہ ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ آنکھیں کھُل گئیں کہ میں کس انسان کا پیچھا کر رہا ہوں۔

جنگوں اور دوسرے مشکل حالات میں آپؐ نے جس توکّل اور پامردی اور بہادری کا اظہار فرمایا وہ سب آپؐ کے تعلّق باللہ ہی کے اثرات و ثمرات ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ آپؐ نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبّت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں آپؐ کی جاں گداز ہوئی۔ اس خدا نے بھی جو آپؐ کے دل کے راز کا واقف تھا۔ آپؐ کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور آپؐ کی مرادیں آپؐ کی زندگی میں ہی آپؐ کو عطا فرمادیں۔

تعلّق باللہ کی ایک بہت بڑی علامت اور اُس کا ثمرہ اور انعام قبولیت دُعا ہے۔ انبیاء سے بڑھ کر کن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور پھر

آپؐ جو سیّدالانبیاء ہیں۔ اور ما ینطق عن الھویٰ اِنْ ھو اِلّا وحیٌ یُّوحیٰ کے مصداق۔ آپؐ نے بھی بارگاہ الٰہی میں دعائیں مانگیں۔ حاجت مندیوں میں اُسی کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ حق کی اشاعت و تبلیغ میں اُسی کی مدد طلب کی۔ شریروں اور مخالفوں کے دفع شر کے لئے اس کی امداد کا سہارا ڈھونڈا۔ ان میں سے ہر موقعہ اور ہر مقام پر آپؐ کے لئے قبول و اجابت کا دروازہ کھولا گیا۔ اور آپ کی ہر پکار اور ہر دُعا کو پایۂ قبولیّت جگہ ملی۔ آپؐ کے ذریعہ جو بے مثال اور عظیم روحانی انقلاب پیدا ہؤا وہ بھی تو آپؐ کی ایسی دعاؤں ہی کا نتیجہ اور ثمرہ تھا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوگئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہؤا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچادیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ"

(برکات الدُّعا صلا)

پھر فرمایا:۔ "ابتدائے اسلام میں بھی جو کچھ ہؤا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جو کہ مکّہ کی گلیوں میں خدائے تعالیٰ کے آگے رو رو کر آپؐ نے مانگیں۔ جس قدر عظیم الشان فتوحات ہوئیں کہ تمام دُنیا کے رنگ ڈھنگ کو بدل دیا وہ سب آنحضرتؐ کی دعاؤں کا اثر تھا ورنہ صحابہؓ کی قوّت کا تو یہ حال تھا کہ جنگِ بدر میں صحابہ کے پاس صرف تین تلواریں تھیں اور وہ بھی لکڑی کی بنی ہوئی تھیں۔" (الحکم ۷ ستمبر ۱۹۰۶ء صلا بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ص۱۸۱)

قبولیّتِ دُعا کے بے شمار واقعات آنحضورؐ کی زندگی اور اس کے بعد بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ فی الوقت نہ تو اُن کا حصر ہی مقصود ہے اور نہ ہی ممکن۔ دامانِ نگہ تنگ، گلِ حُسنِ تو بسیار

بس دو تین واقعات صرف مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر عرض کرتا ہوں۔

ایک دفعہ مدینہ اور اس کے نواح میں سخت قحط پڑ گیا۔ بڑی تکلیف تھی۔ بارش کا قحط تھا۔ مال مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ انسانوں کا بُرا حال تھا حضورؐ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی نے اُٹھ کر عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ! قحط کے مارے بُرا حال ہے۔ بارش نہیں ہورہی۔ مویشی ہلاک ہوگئے ہیں۔ درخت سوکھ گئے ہیں۔ بارش کے لئے دُعا فرمائیے۔ یہ گذارش سُن کر حضورؐ نے دُعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے اور اللّٰھمّ اغثنا اللّٰھمّ اغثنا۔ اللّٰھمّ اغثنا کی دعا کی کہ اے ہمارے خدا ہماری مدد فرما۔ اے ہمارے خدا ہماری مدد فرما۔ اور اے ہمارے خدا ہمیں سیراب کر۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ لیکن ابھی دُعا مانگ کر حضورؐ نے اپنے ہاتھ نیچے بھی نہیں گرائے تھے کہ پہاڑ کی طرح ابر اُٹھ کر آیا اور اُس دن اور اگلے دن۔ یہاں تک کہ دوسرے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ کثرتِ باراں سے گھبرا

کر وہی اعرابی پھر حاضرِ خدمت ہُوا. اور عرض کیا. اے اللہ کے رسول! مکانات گر گئے. مال مویشی غرق ہو گئے. دُعا فرمایئے کہ اب یہ بارش ختم ہو جائے. حضورؐ نے دُعا کے لئے پھر ہاتھ بلند فرمائے. اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے تبسّم فرمایا اور پھر آپ نے دُعا فرمائی. اور جس طرف آپ اشارہ فرماتے تھے ابر کھل جاتا تھا. یہاں تک کہ مدینہ کی فضا میں اِدھر سے اُدھر تک بالکل بادل چھٹ گئے اور وادی مدینہ میں نالے اور نہریں جاری ہو گئیں. ایک ماہ تک یہ حالت رہی کہ اطراف سے جو کوئی بھی مدینہ منورہ آتا تھا وہ بارش کی خبر دیتا تھا.

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی. میں ان کو دعوتِ اسلام دیا کرتا تھا. ایک دن میں نے ان کو دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہے. میں رنجیدہ خاطر روتا ہُوا حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا اور واقعہ عرض کر کے اپنی والدہ کی ہدایت کے لئے دُعا کی درخواست کی. حضورؐ نے دُعا فرمائی

"خدایا! ابوہریرہؓ کی والدہ کو ہدایت دے."

کہتے ہیں میں اس دُعا سے خوش ہو کر گھر آیا. تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں. میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سُن کر کہا. ابوہریرہؓ! وہیں ٹھہرو. ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے پانی کی آواز سُنی. انہوں نے غسل کر کے جلدی سے کپڑے پہنے اور دروازہ کھولتے ہی کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا. حضرت ابوہریرہؓ خوشی کے مارے الٹے پاؤں حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے اور یہ خوشخبری سُنائی. حضورؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور دونوں کو دُعا دی

جنگِ اُحد کا موقعہ تھا. دشمن تیر پر تیر برسا رہا تھا. اور حضورؐ خاص طور پر اُن کی زد میں تھے. بہت سے جاں نثار صحابہؓ حضورؐ کی ڈھال بنے ہوئے تھے. انہی میں حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ بھی تھے. وہ حضور کے چہرہ مبارک کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ سامنے کئے ہوئے تھے. ایک تیر اُن کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈیلا رخسار پر آ گرا. تجویز ہوئی کہ کاٹ دیا جائے. فرمایا ایسا نہ کرو. اور اپنے دستِ مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دُعا فرمائی. "خدایا! تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرہ کو بچایا ہے."

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت قتادہؓ کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ تیز اور خوبصورت ہو گئی. اور کوئی بتا نہیں سکتا تھا کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہونچا تھا.

اس باب میں حضورؐ کی ایسی شان تھی کہ اپنے تو اپنے کفّار اور مخالفین کو بھی حضورؐ کی دعاؤں کی قبولیت اور اُن کی تاثیرات کا یقین تھا. قریش نے جب ایمان لانے سے انکار کر دیا اور عداوت اور عناد میں بڑھتے ہی گئے تو حضورؐ نے یوں دُعا کی. اے اللہ ان لوگوں پر یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا. چنانچہ ایسا ہی ہُوا. اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مُردار کھائے. اس حالت میں ابوسفیانؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا. اے محمدؐ! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی. اللہ سے دُعا کیجئے کہ ان کی مصیبت دُور ہو جائے. حضورؐ نے دُعا فرمائی اور تب یہ مصیبت دُور ہوئی. (صحیح بخاری تفسیر سورہ دخان)

سچی بات یہ ہے کہ ہمارے آقا اپنے خدا کے ساتھ تعلق و محبّت میں سب سے اعلیٰ اور افضل تھے. اور اس تعلق کے تقاضوں کو بھی سب سے زیادہ پُورا کرنے والے اور اس کی برکات و ثمرات کو بھی سب سے زیادہ حاصل کرنے والے تھے. اور صحیح معنوں میں وہی ایک وجود تھے جنہوں نے کہا

"اِنَّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العالمین۔"
اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ اٰلِ محمّد وبارک وسلّم۔ انّک حمید مجید۔

آدابِ فغاں!

مکرم ومحترم عبدالمنان صاحب ناہید

بے حجاب آپ شہہ حُسنِ جہاں ہو جائے
کیوں نہ وہ دشت بھی اک کوئے جناں ہو جائے
ضبطِ غم! دیدۂ گریاں ترا پابند نہیں
کیا کریں خود ہی جو دریا وہ رواں ہو جائے
گرمیٔ سوزِ نہاں عرش پہ پہنچے تو سہی
یُوں جو ہوتا ہے دِل کا زیاں — ہو جائے
آزما دیکھیں کبھی پچھلے پہر کے نالے
ہمنوا اپنی فرشتوں کی زباں ہو جائے
کر سکے کوئے محمّدؐ کی جو دریوزہ گری
وہ گدا آبروئے بزم شہاں ہو جائے
نظم کا یات کو پابند کہاں تک کیجے
دل میں جو ہے وہ کسی طور بیاں ہو جائے

دلِ ناہید ملیں تجھکو مرادیں تیری
تُو اگر واقفِ آدابِ فغاں ہو جائے

اصحابی کالنجوم
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں

عمیرؓ بن وہب

(غلام باری سیف)

مکّہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرنے کے لئے مدینہ آیا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے وہ راز سُن کر جو اُس کے اور امیہ کے بیٹے صفوان کے درمیان تھا یہ پکار اُٹھا اشھد ان لا الـہ الا اللّٰہ واشھد انّک رسول اللّٰہ۔

تفصیل اس کی یوں ہے کہ یہ بہت شجاع تھا۔ بدر میں مشرکوں کی طرف سے لڑے اور لڑائی سے پہلے اس نے قریش کو نصیحت کی تھی کہ تم انصار سے لڑ نہیں سکتے۔ اُن کے چہرے مجھے سانپوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ انہیں پیاس بھی مار نہیں سکتی۔ اور پھر مسلمانوں کے گرد چکر لگا کر ایک جائزہ لیا۔ کفّار کی طرف سے سب سے پہلے جنگ کا آغاز اس نے کیا۔ جب بدر میں کفّار کو فیصلہ کن شکست ہوگئی تو اس کا لڑکا مسلمانوں کا قیدی بنا۔ لیکن یہ بچ گیا۔ مکّہ میں واپس لوٹا تو ایک دن صفوان بن امیّہ کے ساتھ ان کی نشست ہوئی۔ صفوان نے کہا بدر کی شکست کے بعد میری تو زندگی تلخ ہوگئی۔ عمیر نے کہا حالت تو میری بھی یہی ہے۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے اہل وعیال کیلئے گذارہ کی کوئی صورت ہوتی تو مَیں مدینہ پہنچ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کرتا۔ اور میرے پاس تو عذر بھی ہے۔ مَیں مدینہ پہنچ کر کہتا۔ مَیں اپنے بیٹے کو ملنے آیا ہوں جو تمہارا قیدی ہے۔ صفوان نے عمیر کی زبان سے یہ سُنا تو بہت خوش ہُوا۔ اُس نے کہا عمیر! تمہارے اہل وعیال کا گذارہ اور قرض کی ادائیگی میرے ذمّہ۔ چنانچہ صفوان نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار تیار کروائی اور عمیر کے حوالہ کی۔ عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد کے قریب لوگوں کے جھنڈ میں کھڑا بدر میں خدا کے انعامات کا تذکرہ مسلمانوں سے سُن رہا تھا کہ حضرت عمرؓ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ آپ نے فرمایا عمیر! خدا کے دشمن یہاں کیسے۔ تم تو بدر میں ہمارے خلاف تھے۔ حضرت عمرؓ جلدی سے بارگاہِ نبوّی میں پہنچے۔ سارا ماجرا سُنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اسے میرے پاس لاؤ۔

چنانچہ حضرت عمر انہیں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ لوگوں کو عمیر کی نگرانی کرنے کے لئے فرمایا۔ عمیر بارگاہِ نبوّی میں پہنچا تو کہا۔ "انعمو صباحًا" اس کے معنے یہ تھے تمہاری صبح اچھی ہو یعنی GOOD MORNING۔ عرب صبح ملتے وقت یہی کلمہ کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے سُنا تو فرمایا۔ یہ تو زمانہ جاہلیت کا سلام تھا۔ اسلام میں السّلام علیکم کہتے ہیں۔ یہ جنّتیوں کا سلام ہے۔ پھر پوچھا عمیر! کیسے آنا ہُوا۔ اس نے کہا اپنے قیدی کی رہائی کی درخواست لے کر حاضر ہُوا ہوں۔ فرمایا۔ پھر یہ تلوار کس لئے کمر میں لٹکائی ہے۔ عمیر نے کہا۔ بھُول کر آ گئی۔ اللہ اس کا بُرا کرے پہلے اس تلوار نے ہمیں کیا فائدہ دیا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ سچ سچ کہو کس لئے آئے ہو۔ اُس نے پھر وہی جواب دیا کہ اپنے قیدی کی رہائی کے لئے حاضر ہُوا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ مکّہ میں وہ صفوان بن امیّہ کے ساتھ تمہاری کیا بات ہوئی تھی؟ عمیر نے جھوٹ بولا کہا میری تو کوئی اس سے بات نہیں ہوئی۔ فرمایا وہ تیرے بچّوں کا متکفل کس لئے بنا تھا اور تیرے قرض کی ادائیگی کا ذمّہ کیوں لیا تھا؟۔ اَب عمیر گھبرا گیا کہ جہاں یہ بات ہوئی تھی میرے اور صفوان کے سوا کوئی تیسرا آدمی وہاں نہ تھا۔ اس پر وہ پکار اُٹھا

"اَشھد ان لا الـہ اِلا اللّٰہ واشھد انّک رسول اللّٰہ"

کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔

پھر عرض کی اے رسول خدا ہم آپؐ کی وحی کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ اور یہ گفتگو تو میرے اور صفوان کے درمیان بند کمرے میں ہوئی تھی۔ لائق صد حمد ہے وہ خدا جس نے آپ کو یہ بتا دیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔

عمیر کے منہ سے یہ سنا تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جب عمیر آیا تو مجھے سؤر عمیر سے زیادہ محبوب تھا۔ لیکن اب وہ مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہو گیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ عمیر! بیٹھو۔ کچھ اُنس و محبّت کی باتیں کریں۔ پھر اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو قرآن پڑھاؤ۔ اور اس کا قیدی بیٹا رہا کر دو۔

عمیر نے شفقت و محبّت کا یہ سلوک دیکھا تو عرض کی۔ اے رسولِ خدا۔ میری جہاں تک طاقت تھی میں نے خدا کے نور کو بجھانے کی کوشش کی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ہدایت دی اور ہلاکت سے بچالیا۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں مکّہ جا کر قریش کو اسلام کی دعوت دوں۔ شاید خدا ان کو بھی ہدایت دے دے۔ اور وہ ہلاکت سے بچ جائیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اسے اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ مکّہ کو روانہ ہو گیا۔ اُدھر صفوان ہر روز اہل مکّہ کو کہتا تھا۔ تمہیں ایسی خوشخبری ملے گی کہ تم بدر کی شکست بھول جاؤ گے۔ وہ مدینہ میں آنے والے ہر شخص سے پوچھتا۔ کوئی خبر تو نہیں۔ حتیٰ کہ مدینہ سے آنے والے ایک شخص نے اسے بتا دیا کہ عمیر مسلمان ہو گیا۔ قریش اور صفوان عمیر کو گالیاں دینے لگ گئے۔

عمیر مکّہ پہنچا اور اسلام کی تبلیغ میں لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تبلیغ کے نتیجہ میں کئی اشخاص کو ہدایت عطا فرمائی۔
(اسد الغابہ جزء رابع ص۱۴۸ تا ص۱۵۱)

عمیر بن وہب جمحی قرشی کی کنیت ابو امیّہ تھی۔ یہ قریش میں بہت معزز شخصیت تھی۔ یہ صفوان بن امیّہ کا چچا زاد تھا۔ صفوان کا والد امیّہ بدر کے میدان میں قتل ہُوا تھا۔ اسے معاذ، خارجہ بن زید اور جنیب بن آساف نے قتل کیا تھا۔ اس کے علاوہ امیّہ کا بیٹے علی عمّار بن یاسر، اوس بن مصیر کے ہاتھوں قتل ہُوا تھا۔ اور اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی بدر میں قتل ہوئے تھے۔ (ابن ہشام)

اور اس کا بدلہ لینے کے لئے صفوان نے عمیر کو تیار کیا تھا۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ٭ اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ٭ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے
(درثمین)

حضرت اقدس کے دو جلیل القدر اصحاب

(مکرم و محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

حضرت مولانا حسن علی صاحب بھاگلپوری

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے بنگال و بہار کے اولین ساتھی اور اپنے دور کے نہایت بلند پایہ مصنّف اور شعلہ بیان واعظِ اسلام اور انگریزی کے سحر آفریں لیکچرار تھے۔ کئی سو ہندو ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے داخلِ اسلام ہوئے اور دو ہزار سے زائد طلبہ کو انہوں نے مغربی تعلیم و فلسفہ کے بداثرات سے بچا کر اسلام کی ڈیوڑھی تک پہنچا دیا۔ سارے ملک میں ان کے اسلامی لیکچروں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں ان کی کوشش سے لاہور سے ڈھاکہ تک بیسیوں نئے اسلامی مدارس اور یتیم خانے قائم ہوئے۔ آپ نے ۱۱ جنوری ۱۸۹۴ء کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دستِ مبارک پر قادیان میں بعیت کی۔ اور اوائل ۱۸۹۶ء میں تبلیغی سفروں کی کثرت سے بیمار ہو کر وفات پائی۔ دو سال کے اس قلیل عرصہ میں انہوں نے مخالفت کے بے پناہ طوفانوں کو برداشت کیا۔ اور "تائیدِ حق" کے نام سے نہایت اعلیٰ درجہ کی کتاب لکھی جس میں احمدیت کی عظمت و صداقت ایسے پُرجوش طریق پر نمایاں کی کہ روح وجد میں آجاتی ہے۔ "تائیدِ حق" سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں پہلی اردو تصنیف تھی جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک مخلص خادم کی طرف سے مغربی ذہن کو مدِّنظر رکھ کر غیر جانبدارانہ طرز اور لطیف اور محققانہ انداز میں لکھی گئی۔

ان کے احمدی ہونے کے چند ماہ بعد جون ۱۸۹۴ء میں جبکہ ہندوستان پر برطانوی گرفت مضبوط ہو چکی تھی اور امریکہ کے پادری مکّہ اور مدینہ پر صلیب کا جھنڈا لہرانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یورپ میں تبلیغی مہم جاری کرنے کی تحریک فرمائی اور بتایا کہ انگریزی ممالک میں ایسے دل ہیں جو تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مغربی روحیں اسلام کی صداقت کی تلاش کے لئے حرکت میں آچکی ہیں اور یہ لوگ اسلام کے انڈے ہیں اور عنقریب ان میں سے ملّت اسلام کے بچے پیدا ہوں گے۔ اور ان کے چہرے دینِ محمدی کی طرف پھر جائیں گے۔ اپنے زمانہ کے ہتھیاروں اور اپنے وقت کی لڑائیوں کو پہچانو۔ ہمارا زمانہ دلیل اور برہان کا محتاج ہے۔ تیر اور کمان اور نیزہ کا محتاج نہیں۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی انگریزی دان واعظ کو یورپ بھجوایا جائے۔ اس غرض کے لئے پوری جماعت میں سے حضور کی نظرِ انتخاب حضرت مولانا حسن علی صاحب پر پڑی۔ حضور نے فرمایا:۔

"کحِبّی فی اللہ المولوی حسن علی فانّہ من ذوی الھمۃِ وانہ صالحٌ لھٰذا الخُطّۃِ ومَعْذلکَ تقی زکیٌ وجَرِیٌّ لاشاعۃِ الملّۃِ ..... رَأیت فَضْلَہٗ وَعِلْمَہٗ وَمَتَانَتَہٗ

وَحِلمَه بِرَأیِ العَیْنِ ۔" (نور الحق حصّہ دوم صلا،۵۳)

یعنی حبّی فی اللہ مولوی حسن علی صاحب اہلِ ہمّت میں سے بھی ہیں اور اس امر کے لائق بھی اور تقی زکی اور اشاعتِ اسلام کے لئے جری اور دلیر ہیں اور ان کا فضل وعلم اور متانت وحلم مَیں خود مشاہدہ کرچکا ہوں۔

یہ مسیح محمدی کی عطا فرمودہ سندِ خوشنودی ہے جس کے مقابل پر ہزاروں دنیوی ڈگریاں ہیچ اور بے حقیقت ہیں ۔

مشہور مستشرق پروفیسر سرتھامس آرنلڈ نے اپنی کتاب "دی پریچنگ آف اسلام" میں آپ کے پُراثر لٹریچر اور کامیاب اردو اور انگریزی لیکچروں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تبلیغِ اسلام کا جو زبردست جذبہ ان کے دل میں موجزن تھا وہ اخیر وقت میں عجیب طور پر ظاہر ہوا اور وہ اس طرح کہ ان کی زبان سے نزع کے آخری لمحات میں یہ لفظ سُنے گئے کہ " اپنا مذہب چھوڑ دو اور مسلمان ہو جاؤ۔" اُن سے پُوچھا گیا کہ وہ کس سے باتیں کررہے تھے ۔فرمایا ایک عیسائی سے گفتگو کررہا تھا ۔ (باب نا صـ۲۸۳ حاشیہ)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ نے آپ کی وفات کے بعد انجام آتھم شائع فرمائی جس میں ۳۱۳ صحابہ میں آپ کا نام ۹۱ نمبر پر لکھا حضرت مصلح موعود نے ایک بار فرمایا :۔

" مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری گریجویٹ نہ تھے ۔ مگر انگریزی کی ان میں اتنی قابلیّت تھی کہ ہزاروں آدمی جمع ہوجاتے تھے اور اُن کی تقریر سُنتے تھے ۔ وہ اسی طرح بغیر معاوضہ کے دین کی خدمت کے لئے پھرتے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کے لئے بطور شاہد کے تھے ۔" (الفضل ۳،جولائی ۱۹۳۳ء صـ۷ کالم ۱)

۲۔ حضرت صاحبزادہ سیّد عبداللطیف صاحب شہیدِ کابل

صدق واستقامت کا کوہِ گراں اور تبلیغ حق میں شمشیرِ بے نیام تھے ۔سیدگاہ علاقہ خوست کے رئیس اعظم ، نامور عالمِ ربانی ، صاحبِ کشف والہام بزرگ !! ۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ؒ کے واسطہ سے حضرت سیدنا زید بن امام حسن بن امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام تک پہنچتا ہے ۔

افغانستان میں علمِ قرآن ، حدیث اور فقہ میں ان کو سند کی حیثیت حاصل تھی ۔امیر کابل کی دستار بندی کی رسم انہی کے ہاتھ سے ہوئی تھی ۔پچاس ہزار کے قریب ان کے معتقد اور ارادت مند تھے ۔پاکستان اور افغانستان کی موجودہ حدّ فاصل ڈیورنڈ لائن کی تعیین کے لئے ۱۸۹۳ء میں جو کمیشن مقرر ہُوا اُس میں افغانستان کی طرف سے گورنر خوست کے علاوہ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی نمائندہ تھے ۔اس کمیشن کے دوران آپ کو حضور کی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" پڑھنے کا موقع ملا ۔اور حضور سے غیر معمولی عقیدت پیدا ہوگئی ۔ دسمبر ۱۹۰۰ء میں اپنے بعض شاگردوں کو اپنی بیعت کا خط اور قیمتی تحائف دے کر قادیان بھیجا ۔ ۱۹۰۲ء کے آخر میں آپ حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور عزم کیا کہ راستہ میں حضور کی زیارت بھی کرلوں گا ۔چنانچہ آپ قادیان تشریف لائے اور تین ماہ تک حضور کے قدموں میں رہے ۔اسی اثناء میں حج کا وقت گذر گیا ۔دوسری طرف آپ پر منکشف ہُوا کہ آپ کے لئے شہادت مقدّر ہے ۔چنانچہ آپ کو بار بار الہام ہُوا۔

"سربدہ - سربدہ"۔ چنانچہ خدا کی ازلی مشیئت پوری ہوئی۔ آپ نے افغانستان میں قدم رکھنے سے قبل حبیب اللہ خان امیر کابل کو تبلیغی خط لکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کابل پہنچتے ہی گرفتار کر لئے گئے۔ اور ایک من چوبیس سیر کی وزنی زنجیر اور ہتھکڑی سے آپ کو گردن سے کمر تک جکڑ دیا گیا۔ اور پاؤں میں آٹھ سیر کی وزنی بیڑی ڈال دی گئی۔ اس حالت میں آپ مسلسل چار ماہ تک قید میں رہے۔ اس عرصہ میں والئ کابل نے ہر ممکن طریق سے کوشش کی کہ آپ اپنے عقیدہ سے توبہ کر لیں۔ مگر آپ نے ہر بار یہی جواب دیا :-

"حق و باطل کا شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے... اگرچہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں۔ اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے۔ مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۴۹)

ایک اور موقع پر پورے جلال اور تمکنت سے فرمایا :-

"یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا ...... میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۵۰)

کٹا کر گردنیں بتلا گئے یہ کربلا والے ؎ کبھی بندوں کے آگے جھک نہیں سکتے خدا والے

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اتمامِ حجت کے لئے امیر کابل سے کہا کہ علماء سے میری گفتگو کرائی جائے۔ چنانچہ مسجد شاہی کابل میں صبح سات بجے سے شام کے تین بجے تک مباحثہ ہوتا رہا۔ یہ مباحثہ تلواروں کے سایہ تلے ہوا۔ آٹھ سپاہی برہنہ شمشیر بکف آپ کے سر پر کھڑے تھے۔ بحث کے بعد آپ کو پابہ زنجیر دوبارہ قید خانہ بھیج دیا گیا۔ دوسرے دن آپ کو امیر کے خاص مکانِ دربار میں بلایا گیا۔ امیر کابل نے بتایا کہ آپ پر فتویٰ لگ چکا ہے آپ توبہ کریں گے یا سزا پائیں گے؟؟ آپ نے فرمایا میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ تب حضرت شہیدِ مرحوم کے گلے میں سنگساری کا فتویٰ لٹکا دیا گیا۔ اور آپ کی ناک چھید کر رسّی ڈال دی گئی۔ اور اسی رسّی سے آپ کو کھینچ کر مقتل میں لے جایا گیا۔ جہاں آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا۔ اس آخری موقع پر بھی امیر کابل نے درخواست کی کہ اب تو اپنی جان اور عیال پر رحم کریں اور اپنے عقیدہ سے تائب ہو جائیں۔ میں یہ سزا منسوخ کر سکتا ہوں۔ مگر حضرت شہید مرحوم نے یہی جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں؟

اس نعرۂ حق پر قاضی شہر نے ایک پتھر چلایا جس سے حضرت شہید مرحوم کو زخمِ کاری لگا اور گردن مبارک جھک گئی۔ پھر بعد اس کے ہزاروں پتھر اس برگزیدہ انسان پر پڑنے لگے یہاں تک کہ پتھروں کی کثرت سے آپ کے جسدِ مبارک پر ایک کوٹھا پتھروں کا جمع ہو گیا۔ اس طرح اسلام کا یہ جان نثار فدائی اپنے خون سے احمدیت کی سچائی پر مُہر لگاتا ہوا ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء (مطابق ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ ہجری) کو شہید ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ -

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار ؎ دشتِ پُرخار و بلائش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخِ عجم ؎ ایں بیاباں کرد طے از یک قدم (تذکرۃ الشہادتین)

کوچۂ یار میں لاکھوں کوس تک کانٹوں کے جنگل ہیں اور اُن میں لاکھوں بلائیں موجود ہیں۔ لیکن اُس شیخ عجم کی جوانمردی دیکھو کہ اُس نے یہ بیابان ایک ہی قدم میں طے کر لیا۔

اس دردناک واقعۂ شہادت کی تفصیل بیان کرنے کے لئے حضرت اقدس نے کتاب "تذکرۃ الشہادتین" تصنیف فرمائی اور اس میں آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۵۸)

نیز فرمایا:۔

"شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔"
(تذکرۃ الشہادتین ص۵۵)

اس کے بعد حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۰۳ء پر تقریر فرمائی کہ:۔

"عبد اللطیف کے لئے وہ دن جو اُس کی سنگساری کا دن تھا کیسا مشکل تھا.... مگر وہ دن اپنی جگہ کس قدر قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اگر اُس کی باقی ساری زندگی ایک طرف ہو اور وہ دن ایک طرف تو وہ دن قدر و قیمت میں بڑھ جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد ۶ ص۲۶۲)

پھر فرمایا:۔

"صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اُس نے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے.......... اُس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا...... یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔" (ایضاً ص۲۵۵)

نیز پیشگوئی فرمائی:۔

"اب یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے ہدایت اور ترقئ ایمان کا موجب ہوگا.......... چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونے والی ہے اس لئے یہ ایسی موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں۔"
(ایضاً ص۲۵۹)

خدا کرے کہ ہم اور ہماری نسلیں قیامت تک حضرت شہزادہ عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کے پاک اسوہ کو اپنے دل میں جگہ دیتی رہیں۔ جوشِ تبلیغ ہمارا شعار، عاجزانہ دعائیں ہمارا ہتھیار۔ خلوصِ دل ہماری دولت اور اسلامی نمونہ ہمارا لباس ہو۔ اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہے اور اُس کی خاطر جان، مال، عزت اور آبرو پیش کرنے کے لئے ہر مبلغِ اسلام آمادہ کھڑا ہو اور اُس کا دل اس یقین سے لبریز رہے کہ حضرت شہید مرحوم کی یہ بے نظیر قربانی کبھی رائیگاں نہیں جا سکتی۔ بلکہ آپ کے مقدس خون کے ایک ایک قطرہ سے لاکھوں،

کروڑوں حقیقی مسلمان پیدا ہوں گے جو اُس وقت تک دم نہیں لیں گے جب تک کہ خدا اور مصطفٰے کی آسمانی بادشاہت زمین کے چپے چپے پر قائم نہ ہوجائے۔

ع ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اوّل:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبّت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روز ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہرحالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرلے گا اور قال اللہ اور قال الرّسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء)

نذرانۂ عقیدت بحضور خیر البشر ختم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نتیجہ فکر جناب محمد اسماعیل صاحب نادر راولپنڈی چھاؤنی

آؤ یارو عظمتِ انسان کی باتیں کریں
معرفت کی، علم کی، عرفان کی باتیں کریں
بانیٔ دینِ ہُدا، حضرت محمد مصطفیٰؐ
آپ کے احکام اور فرمان کی باتیں کریں

معرفت کے پُھول کِھلتے ہیں انہی کے فیض سے
نکہتِ گل سنبل و ریحان کی باتیں کریں
حاملِ خلقِ عظیم، آں صاحبِ صدق و یقیں
آؤ ان کے حُسن اور احسان کی باتیں کریں

سیّد الکونین، ختم المرسلین، خیر البشر
ان کے جاری چشمۂ فیضان کی باتیں کریں
منبعِ علم و عمل اور چشمۂ نورِ ھدیٰ
آؤ فرقانِ عظیم الشّان کی باتیں کریں

پھر اُسی کے نُور کو دُنیا میں پھیلائیں گے ہم
دھر میں پھر پرچمِ اسلام لہرائیں گے ہم

خدا پر جن کا تکیہ ہو، کب انسانوں سے ڈرتے ہیں

مکرم و محترم چوہدری خورشید احمد صاحب باجوہ — اوکاڑہ

نہ فرعونوں سے ڈرتے ہیں نہ ہامانوں سے ڈرتے ہیں
خدا پر جن کا تکیہ ہو، کب انسانوں سے ڈرتے ہیں

گزاری ہو جنہوں نے زندگی شورِ سلاسل میں
تمہی ایمان کی کہہ دو۔ وہ زندانوں سے ڈرتے ہیں؟

نہیں ہوتا ہے ذوقِ راہِ جاناں جن کے سینوں میں
وہ کتراتے ہیں منزل سے۔ حُدی خوانوں سے ڈرتے ہیں

تپش سے سوزِ ایماں کی جو یکسر بن گئے کُندن
وہ کب آتش زنوں سے۔ شعلہ سامانوں سے ڈرتے ہیں

رواں ہیں کشتیٔ نوحِ زماں پر سُوئے ساحل ہم
نہ سیلابوں سے خائف ہیں نہ طوفانوں سے ڈرتے ہیں

یقین ہو "الامامُ جُنّۃٌ" پر ہر قدم جن کا
وہ کب دشمن کے تیروں اور پیکانوں سے ڈرتے ہیں

کرم اُن کے ہمارے حال پر پہلے ہی بے حد ہیں
مگر اَب تو ہم اُن کے خاص احسانوں سے ڈرتے ہیں

جنہیں ختمِ نبوّت پر یقینِ کامل ہو کیا وہ بھی
فقیہِ شہر کے فرسودہ فرمانوں سے ڈرتے ہیں؟

ہمیں بھی گفتگو کرنے کے سب آداب آتے ہیں
مگر ہم ان کی ناراضی کے امکانوں سے ڈرتے ہیں

جنہیں بخشی گئی ہو فطرتِ خورشید دُنیا میں
بھلا وہ بھی کبھی ظلمت کے ایوانوں سے ڈرتے ہیں

محمد شفیع صاحب ہاشمی کراچی

تربیتِ اولاد کے پانچ عوامل

آل عمران کی آیت ۳۹ پر غور کرنے کے نتیجہ میں جہاں حضرت زکریاؑ کی اپنے ربّ سے دُعا کا ذکر ہے معلوم ہوتا ہے کہ قادرِ مطلق نے تربیتِ اولاد کو بہت اہم قرار دیا ہے اور اس ذمہ واری کو نباہنے کی تاکید کی ہے حتّٰی کہ تربیتِ اولاد سے پہلوتہی کرنے کو قتلِ اولاد قرار دیا اور تنبیہ کی کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ یعنی اعمالِ حسنہ بجالانے کے لحاظ سے اپنا محاسبہ کرتے رہو اور اہل وعیال کی تربیت کرتے رہو تاکہ سب صراطِ مستقیم پر چل کر اپنے مالکِ حقیقی کی رضا حاصل کر سکیں اور دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جائیں۔

تربیتِ اولاد کیلئے پانچ عوامل

تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں پانچ عوامل ایسے ہیں جن کا بیان کرنا ضروری ہے ان میں سے سب سے اوّلین ربّ العالمین ہے جو تخلیقِ کائنات کا عامل ہے۔ اسی نے اپنی رضا کاملہ سے بنی نوعِ انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا۔ اور فرشتوں کو اس کے سامنے سجدہ کرایا اور انسان کے لئے اپنی وحدہٗ لاشریک ہستی کو پہچاننا لازمی قرار دیا اور فرمایا لاتشرک باللّٰہ انّ الشرک لظلم عظیمہ

پہلا اصول

پس اولاد کی تربیت کا سب سے پہلا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ توحید باری تعالیٰ کو اولاد کے ذہنوں میں راسخ کر دیا جائے۔ اتنا یقین پیدا ہو جائے کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ایمان لانے والوں کی اولاد کا پختہ عقیدہ ہو جائے کہ ہر احمدی بچے اور بڑے میں یہ رُوح پیدا ہونی چاہیئے کہ ہمیں خدا کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہم ہر چیز خدا سے لیں گے خدا کے لاشریک ہونے کا اعتقاد تربیتی اور تنظیمی لحاظ سے اکسیرِ اعظم ہے۔ جب ایسا ایمان پیدا ہو جائے گا تو بشر اللہ تعالیٰ کی مہیّا کردہ سب اقدار کو تسلیم کرنے لگ جائے گا اور وہ تربیت کے فوائد سے کماحقہٗ مستفید ہوگا خالقِ حقیقی خود بھی انسانی زندگی کی تربیت کے لئے اس میں مختلف تبدیلیاں پیدا کرتا رہتا ہے مثلاً بچہ پیدا ہوتے ہی رونا شروع کر دیتا ہے ماں کے مسلسل لمس سے اُسے پہچانتا ہے۔ ماں کے بتانے سے باپ کی طرف رغبت کرتا ہے۔ چیزوں کو چھُونا، رینگنا، بولنا، چلنا، دوڑنا، قد کا بڑا ہوتا جانا بچپن سے جوان ہونا۔ جوانی سے بڑھاپا آنا اور پھر جد وجہدِ زیست کے مختلف تجارب سے دوچار ہو کر اپنے آپ ایسے کام کرنا جو اُس کے لئے مفید ہوں۔ یہ ربوبیت کون کرتا ہے؟ وہ عامل جسے اللہ اکبر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

دوسرا عامل

دوسرے عامل اولاد کی تربیت کے ربّ العزت کے بعد والدین ہیں۔ ان دونوں میں سے ماں کی ذمہ داری فوقیت رکھتی ہے۔ بچّہ نو ماہ تک ماں کے بطن میں تخلیق کے مختلف مدارج سے گزر کر پورا انسانی جسم اختیار کرتا ہے یہ نو ماہ مسلسل ماں کا لمس زندگی بھر اسے اپنے ساتھ رابطہ رکھنے پر مجبور کر دیتی ہے پھر پیدائش کے بعد دو تین سال تک ماں کا دُودھ پینا اس کی گود میں رہنا یہ ایسی مقناطیسی کشش ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بچے کا ماں کی طرف ہر لمحہ راغب رہنا فطرتی اور قدرتی امر ہے بچّہ ماں کی ہر حرکت اور اشارے پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو ماں خداشناس نیک اور شوہر کی ہمنوا ہوتی ہے وہ بی بی ہاجرہ کی طرح اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کر کے اسے حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح سعادت دارین کا وارث بنا دیتی ہے اور جو ماں اس کے برعکس ہوتی ہے وہ حضرت نوحؑ کی بیوی کی طرح خود کو اور اپنی اولاد کو بھی طوفانِ نوح میں غرق کر دیتی ہے غرض اولاد کا اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہونا ماں کی تربیت پر منحصر ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں نیک عورتوں سے شادی کرنے کی تاکید کی ہے۔

اولاد کی تربیت مرد پر ضمناً عائد ہوتی ہے وہ تلاش معاش کے لئے گھر سے عموماً باہر رہتا ہے اور تمام کنبے کے اخراجات زندگی کو حاصل کرنیکی کوشش میں اپنا بیشتر وقت صرف کر دیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولاد باپ کو کئی سال تک دیکھ بھی نہیں پاتی ہاں یہ امر باپ کے لئے فرض ہوتا ہے کہ وہ کمائے اور اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کے اخراجات کو پورا کرے گھر کے افراد کے اچھے بُرے کاموں کی نگرانی کی بھی اس سے توقع کی جاسکتی ہے۔ مگر وہ گھر سے دور رہتے ہوئے اولاد کی تربیّت کما حقہٗ کرنے سے قاصر ہے اور اولاد کو بھی اُس کی ایسی مصروفیات کی وجہ سے قربت حاصل نہیں ہوتی۔ باپ کی نیکیاں اور اچھے اعمال اولاد پر اتنے اثر انداز نہیں ہوتے جتنا ماں کے حُسنِ عمل کا اُن پر اثر ہوتا ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے باپ خواہ کتنا ہی متقی پرہیزگار تہجد گزار کیوں نہ ہو جب تک ماں نیک دیندار نہ ہو اولاد سے یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اعلیٰ اقدار کی حامل ہو گی۔ مرد پر یہ لازم ہے کہ تربیتِ اولاد کے لحاظ سے اپنے کردار میں کوئی خامی نہ آنے دے۔ سو والدین اپنی اولاد کی تربیت کے لحاظ سے دوسرے درجے کے عامل ہیں۔

تیسرا عامل

بچّہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوجاتا ہے تو وہ گھر سے باہر نکل کر اپنے ہم عمر طبقہ سے ملتا جلتا ہے ان جیسی حرکات سیکھتا ہے ان جیسی بات چیت کرتا ہے اور یہی چیزیں اس کے ذہن پر اثر انداز ہو کر دائمی نقش پیدا کر لیتی ہیں اگر ایسا ماحول اچھا ہے تو بچّہ ماحول سے اچھی تربیّت حاصل کرے گا۔ اگر بُرا ہے تو وہ برائیوں کی طرف راغب ہوگا۔ ماحول کا اثر بچّے کی تربیت کے لحاظ سے تیسرے عامل کا درجہ رکھتا ہے اس بات کی نگرانی کرنی چاہئیے کہ اُس کا اُٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اچھے بچّوں کے ساتھ ہو۔ بُری مجلس سے دُور رہے۔

چوتھا عامل

بچّہ جب تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے سکول کا رُخ کرتا ہے یا زندگی کے کاروبار سیکھنے کے لئے کوئی ذریعہ اختیار کرتا ہے تو اس وقت بھی

اُس کا واسطہ اجنبی لوگوں سے پڑتا ہے اگر وہ لوگ یا اُسی دور میں دوسرے ملنے والے اچھے کردار اور اعلیٰ اخلاق کے حامل ہوتے ہیں تو بچے کی تربیت وہاں بھی اچھا رنگ اختیار کرتی ہے ورنہ بُرا۔ مثلاً بچے کو کسی ایسے سکول میں داخل کیا جائے جہاں اُستاد اور ہم جماعت سُلجھے ہوئے ہوں استاد صرف طلباء کی تعلیم و تربیت کو اپنا شیوہ کرتے ہوں تو وہاں بچے کی زندگی بھی سُلجھ جائے گی اور وہ زیورِ تعلیم سے مزیّن ہو جائے گا۔ ایسا ماحول اولاد کی تربیت کے لحاظ سے چوتھے عامل کا درجہ رکھتا ہے اولاد کو ہمیشہ متعفن ماحول سے دُور رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

پانچواں عامل

پانچواں عامل اولاد کی تربیت کے لحاظ سے دُعا ہے ہمیں ہمیشہ اولاد کے لئے دُعا کرتے رہنا چاہیئے۔ دعاؤں میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے۔

"ربّنا ھب لنا من ازواجنا و ذریّٰتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما ہ"

ویسے تو انسان زندگی کے ہر مرحلے میں تربیت کا محتاج ہے خاص طور پر نوجوانوں کی اصلاح لازمی امر ہے۔ حضرت مصلح موعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:-

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

اور اصلاح سے مراد بھی تربیت ہی ہے۔

تبصرہ
ادارہ

فتح نصیب جرنیل

محمد اشرف صاحب ناصر شاہد مربی سلسلہ احمدیہ حیدر آباد کی تالیف جس میں "ضرورتِ زمانہ" کے تحت ایک موعود کے انتظار کے بارہ میں قیمتی حوالہ جات اور قرآنی معیار کا بہت مختصر مگر جامع تذکرہ ہے۔

کتاب تینتیس ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ٹائیٹل خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔ ملنے کا پتہ

بیت المظفر　۶۷/سی (۲) لطیف آباد ۶ حیدر آباد

بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماع انصاراللہ کی کاروائی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں ——— (ادارہ)

مطالباتِ تحریکِ جدید

(فرمودہ :۔ حضرت المصلح الموعود رضؓ)

(مرسلہ :۔ وکالت دیوان تحریک جدید)

نوٹ :۔ ضرورت ہے کہ احباب ان مطالبات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور احتساب کریں کہ کس حد تک وہ ان مطالبات پر عمل کر رہے ہیں۔ قومی و فردی زندگی میں کامیابی کے لئے یہ احتساب ضروری ہے۔ (ادارہ)

۱۔ سادہ زندگی بسر کریں۔
۲۔ امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ جمع کروائیں۔
۳۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں۔
۴۔ تبلیغ ممالک بیرون میں حصّہ لیں۔
۵۔ سکیم خاص تبلیغی میں مالی لحاظ سے حصّہ لیں۔
۶۔ تبلیغی سروے میں حصّہ لیں۔
۷۔ وقف رخصت موسمی میں حصّہ لیں۔
۸۔ نوجوان خدمتِ دین کیلئے زندگیاں وقف کریں۔
۹۔ رخصت کے ایّام خدمتِ دین کے لئے وقف کریں۔
۱۰۔ صاحبِ پوزیشن مختلف جلسوں میں لیکچر دیں۔
۱۱۔ کم از کم پچیس لاکھ کا ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کریں۔
۱۲۔ پنشنرز اصحاب اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں۔
۱۳۔ طلباء کو تعلیم و تربیّت کے لئے مرکزِ سلسلہ میں بھیجیں۔
۱۴۔ صاحبِ حیثیت لوگ اپنے بچّوں کے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کریں۔
۱۵۔ بیکار دُنیا میں نکل جائیں۔ خود کمائیں اور کھائیں اور تبلیغ احمدیت بھی کرتے پھریں۔
۱۶۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔
۱۷۔ جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کر لیں۔
۱۸۔ مرکزِ سلسلہ میں مکان بنوائیں۔ یہ دُنیا نہیں بلکہ دین ہے۔
۱۹۔ مقاصدِ تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دُعائیں کریں۔
۲۰۔ تمدّنِ اسلامی کا قیام کریں۔
۲۱۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔
۲۲۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔
۲۳۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔
۲۴۔ احمدیہ دارالقضاء کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔
۲۵۔ اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں۔
۲۶۔ وقفِ جائداد و آمد میں حصّہ لیں۔
۲۷۔ "حلف الفضول" کی قسم کا معاہدہ کریں کہ ہم امانت عدل و انصاف کو قائم کریں گے۔

(کتاب مطالبات تحریک جدید)

وکیل الدیوان تحریک جدید۔ انجمن احمدیہ۔ ربوہ

احمدیّت ——— ایک جائزہ

(از مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمرؔ ــ وقفِ جدید ربوہ)

ہندوستان میں انیسویں صدی کا آغاز مخالفینِ اسلام کی اسلام پر اعتراضات کی یلغار سے ہُوا مسلمان اندرونی خلفشار کا شکار تھے اور مسلمان حکمران عیش و عشرت کے دلدادہ ہو کر رُو بہ تنزل تھے مگر دوسری طرف انگریز تاجروں کا لبادہ پہن کر ہندوستان میں داخل ہو چکا تھا۔ اور اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی فکر میں تھا۔ انگریز نے دو طریق پر اپنے کام کا آغاز کیا۔ ایک مسلمان حکمرانوں کے خلاف خفیہ سازشیں تیار کی گئیں۔ دوسری طرف عیسائیت کی اشاعت کے لئے مشنری اداروں کا جال پھیلا دیا جس کے نتیجہ میں سادہ لوح مسلمان تو کُجا مسلمان علماء بھی ان کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر رَہ گئے۔ جس کے نتیجہ میں چشمِ فلک نے وہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دہلی کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عماد الدین سے پادری عماد الدین بن گئے اور یہی پادری عماد الدین مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے میدان عمل میں آگئے۔ اس وقت کی مشنری سرگرمیوں کا اندازہ پادری عماد الدین کے درج ذیل خط سے کیا جا سکتا ہے۔

"۱۸۰۰ء میں جب ولیم کیری صاحب نے آکر ملک بنگال کے ایک حصّہ میں کام شروع کیا۔ اس وقت سے بہت آہستہ آہستہ مسیحی دین کا چرچا تمام ہندوستان میں پھیلا ہے اور پنجاب میں قریب ۴۵ برس سے خدا کا دین آیا ہے جس وقت کیری صاحب آئے اس وقت ملک کی ایسی حالت تھی کہ کوئی دنیاوی سمجھ کا آدمی نہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح کا دین اس ملک میں پھیلے گا کیونکہ اس وقت محمدی اور ہندو اپنے اپنے مذاہب میں بڑے مضبوط اور سرگرم اور تعصّب و سختی و ناواقفی سے بھرپور ہو کے ہَوا سے باتیں کرتے تھے۔ ہاں اس وقت کیری صاحب کا مسیحی ایمان گواہی دیتا تھا کہ خدا کا دین اس مُلک کو بھی ضرور فتح کرے گا جیسا کہ وہ پیچھے سے فتح مند ہوتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح اب ہم مسیحی بھی خدا پر یقین اور بھروسہ کر کے کہتے ہیں کہ کسی وقت یہ مُلک انگلستان کی مانند ہونے والا ہے۔ ہمارے مخالف ہندو و مسلمان و دیانندی و نیچری وغیرہ اگرچہ کیسا ہی زور دکھلادیں اور زبان درازیاں کریں۔ وقت چلا آتا ہے کہ پتہ ندارد ہوں گے۔ صرف مسیحی دینداری یہاں ہوگی یا شرارت نفسانی کے لوگ ملیں گے کیونکہ ایسی حالت کی طرف رُخ کرلیا ہے اور پیچھے یوں ہی ہوتا آیا ہے اور تعلیمات کے نتائج یہی ہیں۔"

(خط شکاگو مرقومہ پادری عماد الدین لاہز ۸۔ فروری ۱۸۹۳ء مطبوعہ نیشنل پریس امرتسر ۱۸۹۳ء)

آخر مسلمانوں کے لئے وہ روزِ بد بھی آگیا جب سلطنت مغلیہ اپنے اختتام کو پہنچی اور برصغیر پاک و ہند پر برطانوی عمل داری کا جھنڈا لہرانے لگا تو مسٹر مینگلس نے برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستان پہ برطانوی اقتدار اور عیسائیت کے فروغ کی خبر ان الفاظ میں دی۔

"خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیرِ نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا

ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے۔ اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔"

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ص۲۵-۲۶ مصنفہ مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیت العلماء ہند)

انگریز ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان تھے جو ایک ہزار سال تک یہاں حکمران رہے تھے جن کے پاس ایک ارفع و اعلیٰ تعلیم تھی ایک الگ تہذیب و تمدن تھا۔ جبکہ ہندوؤں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی ایک ہزار سال سے محکوم چلے آرہے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی سرگرمیاں تیز کر دی گئیں اس کا سب سے بڑا مقصد حکومتِ برطانیہ کے اقتدار کی رکاوٹوں کو دُور کر کے اسے دوام بخشنا تھا۔ اس لئے ۱۸۶۲ء میں وزیر ہند نے انگلستان کے مذہبی وسیاسی لیڈروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ۔

"میرا یہ ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے۔"

(دی مشن از آر کلارک ص۳۴۔ مطبوعہ لنڈن ۱۹۰۴ء)

ہندوستان کو عیسائیت کے عالمگیر غلبہ کی مہم میں جو مقام حاصل تھا اس کا ذکر رابرٹ کلارک نے اپنی سکیم میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

"پنجاب کی سرحدی لائن سے اور اسے اپنے کام کی بنیاد (BASE) بنا کر عیسائیت ان مقامات تک پھیل سکتی ہے جہاں ابھی اس کا نام تک نہیں پہنچا وسط ایشیا میں عیسائیت کے تبلیغی کام کے لئے پنجاب ایک قدرتی بنیاد (BASE) معلوم ہوتا ہے۔"

(دی مشن ص۲۴۵)

عیسائیت کی اس جارحانہ یلغار نے دُنیا کے تمام مذاہب کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ایک دنیاوی آنکھ اس بات کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ عنقریب عیسائیت تمام دُنیا پر غالب آجائے گی کیونکہ عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے حکومت برطانیہ اور دیگر عیسائی حکومتیں بے دریغ مال و دولت خرچ کر رہی تھیں اور ہر قسم کے حربے اختیار کئے جارہے تھے تاکہ خداوند یسوع مسیح کی تمام دُنیا میں پرستش کی جائے چنانچہ ڈاکٹر بیروز نے اپنے لیکچرز میں بڑے فخر سے اعلان کیا کہ

"اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعہ مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو یسوع مسیح کو جانیں جس کو تو نے بھیجا ہے۔"

(بیروز لیکچرز ص۴۲)

۱۸۸۸ء میں ہندوستان میں عیسائیت کی ترقی کی رفتار کا جائزہ پیش کرتے ہوئے پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے ۱۸۸۸ء میں اپنی تقریر میں کہا۔

"بعض ایسے لوگوں کو جنہیں اس طرف توجہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ جس رفتار سے ہندوستان کی معمُولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے۔ اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان اَمر کا سبب کہ ہر جگہ عیسائیوں کی جماعت ایسی تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے کہ جتنی قرونِ اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی — مَیں اور آپ اس کا حقیقی سبب جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خداوند کی رُوح حرکت میں ہے۔ پہلے کی طرح اب بھی خداوند اپنے نام کو عظمت دے رہا ہے اور وہ ہمارے چرچ کو ان لوگوں سے وسعت دے رہا ہے جو نجات چاہتے ہیں۔ انجیل کے پیغام کی قدیمی طاقت ابھی تک موجود ہے اَب بھی رسولوں کے زمانہ کی طرح خدا کا کلام زبردست نشو ونما کی طاقت رکھتا ہے اور اس کا غلبہ ہو رہا ہے۔"

(دی مشنز از آر کلارک صفحہ ۲۳۴)

عیسائی دنیا پنجاب کو BASE بنا کر عیسائیت کو ایشیا پر مسلّط کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی مگر خدا تعالیٰ نے بھی دجّالیّت کے طلسم کو پاش پاش کرنے کے لئے پنجاب ہی کی سرزمین کا انتخاب فرمایا۔ اور گورنر ایچی سن کے بیان کے صرف ایک سال بعد ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے جماعتِ احمدیّہ کا قیام فرمایا جو اس امر کا اعلان تھا کہ اَب دجّالیت کے دن گنے جا چکے ہیں اور تمام مذاہب کو مقابلہ کی دعوت دی۔ اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو اسلامی تعلیم سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔ اور ہر قسم کے عقلی و نقلی دلائل سے ان کا باطل ہونا ثابت فرمایا۔ اور دُنیا کو اس طرف متوجہ کیا کہ اَب دُنیا میں بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے صرف دینِ اسلام ہی ہے۔ مگر کسی مخالف کو مقابلہ پہ آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت اقدس نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیّہ، فتح اسلام، ازالہ اوہام میں اسلام کی دیگر ادیان پر برتری ثابت فرمائی وہاں آپ نے آئینہ کمالاتِ اسلام میں تمام دُنیا کے بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی لوگوں کے نام ایک خط لکھا اور ملکہ برطانیہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اور ملکہ برطانیہ کے لئے تحفہ قیصریہ کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں یہ تجویز پیش فرمائی کہ لنڈن میں میرا پادریوں سے مقابلہ کرایا جائے۔ اگر مَیں اسلام کی برتری ثابت نہ کر سکا تو آپ مجھے سزا دینے میں حق بجانب ہونگی۔ حضرت اقدس کے پر زور دلائل پر مشتمل اس چیلنج نے عیسائیت کے بلند و بانگ ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ چنانچہ جماعت احمدیّہ کے قیام کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۸۹۴ء میں لنڈن میں مشنری کانفرنس میں لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریونڈر نڈ چارلس ایلی کوٹ نے اسلام کی اس نشاۃ ثانیہ کا انکشاف کیا کہ

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں مجھے ان لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں...... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب ہماری نگاہ میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمّد کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیّرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں پھر یہ نیا

اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔" (رپورٹ آف مشنری کانفرنس صفحہ ۶۴ ۱۸۹۴ء)

تقریباً بیس سال کے قلیل عرصہ میں حضرت اقدس نے اسلام کے پُر زور دلائل پر مشتمل کتب تحریر فرمائیں اور ایسے دلائل سے دیگر ادیان پر اسلام کی برتری ثابت فرمائی اور دیگر مذاہب کی کتب سے ہی ان کے باطل ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔ حضرت اقدس کے اس قلمی جہاد کے سامنے عیسائیت اپنے تمام مال و اسباب، اثر و رسوخ اور وسعت کے باوجود اسلام کی اس جارحانہ یلغار کے سامنے بے بس ہو گئی۔ جب مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس نے وفات پائی تو ہندوستان کے مشاہیر اور اخبارات نے آپ کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند کے مشہور مذہبی اور سیاسی لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد جو امام ہند کے خطاب سے نوازے گئے حضرت اقدس کی وفات پر آپ کے اسلام پر احسانات کا ان الفاظ میں اظہار کیا :-

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور معتقدات سے شدید اختلافات کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پُورا کرتے رہے، ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست و پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے......"

"اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔"

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔"

"مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ حَکَم و عدل ہوں ...... لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔" (اخبار وکیل مئی ۱۹۰۸ء)

ہندوستان کے مشہور اخبار اور دنیائے صحافت کے مایہ ناز صحافی مرزا حیرت دہلوی نے آپ کے متعلق لکھا :-

"ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔" (اخبار کرزن گزٹ دہلی یکم جون ۱۹۰۸ء)

اخبار پاؤنیر کے ایڈیٹر نے حضرت اقدس کے کام اور عیسائیت کی اسلام کے مقابلے میں پسپائیت کا ایک اظہار کرتے ہوئے لکھا :-

"اگر گذشتہ زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم نہ ہوگا جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی تھے جن کی وفات حال میں ہی اپنے وطن پنجاب میں ہوئی ہے۔ ہم یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ ان کی عالمانہ حیثیت پر کوئی رائے قائم کر سکیں...... ایک دفعہ انہوں نے بشپ لیفرائے آف لاہور کو چیلنج دیا (جس نے اسے حیران کر دیا) کہ وہ نشان نمائی میں مقابلہ کرے اور مرزا صاحب اس بات کے لئے تیار تھے کہ حالاتِ زمانہ کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنی تسلّی کر لیں کہ نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکہ استعمال نہ ہو...... وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت پیدا کر دی ہے وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ کی نسبت مرزا غلام احمد سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں...... اگر آرنسٹ گرین مشہور فرانسیسی مورّخ گذشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا تو وہ یقیناً مرزا صاحب کے پاس جاتا اور ان کے حالات کا مطالعہ کرتا اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب وغریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی۔ مگر ہمارے محدود اور تنگ خیالات ایسے مقابلہ کرنے کے مانع ہیں کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے۔ بہرحال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔" (اخبار پایونیر الہ آباد ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

جماعت احمدیّہ کی غیر ممالک میں اشاعت اسلام کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے برصغیر ہندو پاکستان کے ایک مسلم لیڈر جناب محی الدین غازی لکھتے ہیں:-

"یورپ و امریکہ کی مذہب سے بیزاری اور اسلام کی حریف دنیا میں عَلَم تبلیغ بلند کرنے کی کسی عالم دین یا کسی علمی ادارے کو توفیق نہیں ہوئی۔ اگر عَلَم تبلیغ ہاتھ میں لے کر اٹھا تو وہ یہی...... قادیانی فرقہ تھا۔

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ۔ کچھ ہوئے بھی تو یہی رندِ قدح خوار ہوئے

اس جماعت نے تبلیغی مقاصد کے لئے سب سے پہلے اسی سنگلاخ زمین کو چُنا اور یورپ و امریکہ کا رُخ کیا اور ان کے سامنے اسلام کو اصلی و سادہ صورت میں اور اس کے اصولوں کو ایسی قابلِ قبول شکل میں پیش کیا کہ ان ممالک کے ہزارہا افرادِ خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔"
(تاثرات مرتبہ اے آر انجم جرنلسٹ مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۲ راگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۷-۱۸)

تحریک احمدیّہ کے اثرات جو ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان پر اثر انداز ہوئے۔ ان اثرات کو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ نے یوں بیان کیا ہے:-

"تحریک احمدیّت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان جو اٹھارھویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے خدا کے فضل سے اپنے اندر زندگی کی ایک نئی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلانِ عام کر رہے ہیں کہ "یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کے لئے نشاۃ ثانیہ کہئے یا بیداری کا آغاز ہے۔" (ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان کا بیان مطبوعہ رسالہ استقلال لاہور صفحہ ۱)

اسلام کی فتح کی نوید دیتے ہوئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

" قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ۔ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا۔ جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کُفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی "

(تذکرہ صفحہ ۲۸۶)

خدا کرے کہ جلد وہ دن آئے کہ جب ؎ حاکم تمام دُنیا پہ میرا مصطفٰے ہو۔

(بقیہ از صفحہ ۱۴)

دوست سٹیج پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ چند منٹوں میں احباب جماعت نے ۹۷۵۳۰۰ نائیرہ کی رقم جمع کر دی۔ خاکسار نے ٹوٹل کر کے فوری طور پر اناؤنسر کو دیا۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کہ اگر دوست ۲۴۲ نائیرہ کی مزید قربانیاں دیں تو کل رقم کا اعلان تب کر دوں گا۔ (ان کا خیال تھا کہ اگر یہ رقم مزید آجائے تو وہ دوستوں کو خوشخبری سنائیں گے کہ انہوں نے دس ہزار نائیرہ کی قربانی پیش کی ہے) بہر حال ان کے اعلان کے ساتھ ہی ایک دوست نے کھڑے ہوکر یہ اعلان کیا کہ یہ رقم میں ابھی کیش میں دے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ صاحب کار میں سے رقم لینے کے لئے گئے مگر فاستبقوا الخیرات میں حصہ لینے والے یہ مستانے کب اپنے اس بھائی سے پیچھے رہنے والے تھے۔ قبل ازیں قربانیاں پیش کر چکنے والے یہ احبابِ جماعت ایک مرتبہ پھر کھڑے ہوگئے اور حسبِ استطاعت پھر سے قربانیاں پیش کرنے لگے۔ اپنے بھائی کے رقم کار سے لانے تک آنِ واحد میں یہ دوست قربانیاں پیش کر چکے تھے۔ تب اناؤنسر نے حمد باری تعالیٰ کے بعد یہ اعلان کیا کہ آج دوستوں نے بارہ ہزار چھ صد اڑسٹھ نائیرہ اور ساٹھ کوبو کی قربانی پیش کی ہے۔ یہ رقم پاکستانی کرنسی کے لحاظ سے دو لاکھ روپے سے زائد بنتی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ایبے کوٹا جماعت کے چیئرمین نے اس بے مثال قربانی پر احبابِ جماعت کا شکریہ ادا کیا اور اس بات کا یقین دلایا کہ اب انشاء اللہ دوستوں کی توقعات کے مطابق ایک خوبصورت اور ماڈرن مسجد تعمیر کی جائے گی۔ جو خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے گی انشاء اللہ۔

محترم نائب صدر صاحب کا الوداعی خطاب

دوستوں کو گھروں کی واپسی کی اجازت عطا کرنے سے قبل مکرم و محترم مولانا محمد اجمل صاحب شاہد امیر و مشنری انچارج و نائب صدر مجلس انصاراللہ نے الوداعی خطاب فرمایا۔ آپ نے دوستوں کو اس اجتماع میں شرکت کرنے پر مبارک باد دی اور اگلے سال کے اجتماع کا اعلان فرمایا کہ انشاء اللہ بینڈل سٹیٹ کے کیپیٹل بینین (BENIN) میں منعقد کیا جائے گا۔

محترم نائب صدر صاحب نے انصار اللہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف ایک مرتبہ پھر توجہ دلائی۔ محترم مولانا صاحب نے اپنی پُر اثر اور پُر از نصائح الوداعی خطاب کے بعد اجتماعی دُعا کروائی۔ اور دوستوں کو الوداع کہا۔ اور اس طرح یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس انصاراللہ نائیجیریا کا آٹھواں سالانہ اجتماع نہایت کامیابی سے منعقد ہونے کے بعد بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مجلس انصار اللہ انڈونیشیا کا سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء

(مرسلہ:۔ قیادت مرکزیہ ممالک بیرون)

انصار اللہ انڈونیشیا کا سالانہ اجتماع سات۔ آٹھ نومبر ۱۹۸۱ء کو مانسلرے (مغربی جاوا) میں مرکزی مسجد کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ اٹھتیس مجالس کے ایک سو اکانوے نمائندگان نے اجتماع میں شرکت کی۔ جماعت کے مندرجہ ذیل عہدیداران نے بھی خصوصی دعوت کی بناء پر شمولیت فرمائی۔

(۱)۔ مجلس عاملہ کے چیئرمین کے سیکنڈ سیکرٹری صاحب۔ (۲)۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ انڈونیشیا۔ (۳)۔ چیئرمین مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ۔

(۴)۔ مجلس عاملہ جماعت احمدیہ کے سیکرٹری تبلیغ۔ (۵)۔ سیکرٹری تربیت مجلس عاملہ جماعت احمدیہ انڈونیشیا۔

سات نومبر کو مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد مجلس عاملہ کی میٹنگ ہوئی جس میں تفصیلی کام کا جائزہ لیا گیا اور طریق کار وضع کیا گیا۔

تہجد باجماعت:۔ آٹھ نومبر کو صبح ساڑھے تین بجے نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ نماز تہجد کے بعد فجر کی نماز سے قبل عبدالرحمٰن صاحب اخدلی نے درس دیا۔ فجر کی نماز کے بعد ساڑھے پانچ بجے انصار نے اجتماعی طور پر چار کلومیٹر تک سیر کی۔ انصار ایک قریبی گاؤں SAYANA گئے اور واپس آئے۔ نائب ناظم اعلیٰ مکرم جناب محمد بکری صاحب نے جملہ انصار کی قیادت کی۔

پہلا اجلاس:۔ ساڑھے سات بجے پہلے اجلاس کی کارروائی کا آغاز زیر صدارت نائب صدر صاحب وانچارج مشنری مکرم محمود احمد صاحب چیمہ منعقد ہوا۔ آپکی افتتاحی تقریر اور دعا کے بعد مجلس عاملہ کے چیئرمین نے گذشتہ سال کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ کے بعد ناظم صاحب اعلیٰ نے تقریر فرمائی۔ اس کے بعد علمی تقاریر کا سلسلہ جاری ہوا۔ میاں عبدالحیٔ صاحب۔ عبدالرحمٰن صاحب اخدلی۔ مرزا محمد ادریس صاحب اور سکری پرمادی صاحب نے مختلف علمی موضوعات پر بہت مؤثر اور مفید تقاریر فرمائیں۔

دوسرا اجلاس:۔ کھانے کے وقفہ کے بعد دوسرا اجلاس ڈیڑھ بجے بعد دوپہر زیر صدارت ناظم صاحب اعلیٰ انصار اللہ انڈونیشیا شروع ہوا جس میں محی الدین صاحب مکرم SADKAR صاحب اور یحییٰ پنیتو صاحب نے تقریر کی۔ اس کے بعد مکرم رئیس التبلیغ صاحب نے مرکز سے آمدہ پیغام پڑھ کر سنایا۔

تیسرا اجلاس:۔ تیسرا اجلاس نائب ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ انڈونیشیا کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ ناظم صاحب اعلیٰ انصار اللہ نے رپورٹ پیش کی۔ اور اس کے بعد اوّل۔ دوم۔ سوم آنے والی مجالس میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

تقسیم انعامات:۔ تاسک کی مجلس نے اوّل انعام حاصل کیا۔ دوم مجلس (KEBAYARAN) کے بایوران رہی اور سوم انعام مجلس BGAR نے حاصل کیا۔ مندرجہ ذیل مجالس کو حوصلہ افزائی کا انعام دیا گیا۔ (۱) جاکرتا۔ (۲) سلورا یایا۔ (۳) میدان۔ (۴) سپالادا۔

قربانی:۔ اس موقعہ پر امنِ عالم کے لئے اجتماعی طور پر دعا کی گئی اور مجالس انصار اللہ کی جانب سے اٹھارہ بکروں کی قربانی بھی ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ اس سے بھی بہتر رنگ میں اجتماع منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔

بقیہ از شمارہ گذشتہ مجلس انصار اللہ نائیجیریا کا آٹھواں سالانہ اجتماع

دوسرا اجلاس

گیمز ریپورٹ کے بعد کھیل کا پروگرام تھا۔ انصار نے کھیل کے مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کھیل کے انتظام میں مکرم مقصود احمد صاحب چیٹھ اور مکرم لطیف احمد صاحب غلیتی نے مقامی دوستوں کا ہاتھ بٹایا۔

ایک سوگز کی دوڑ۔ لانگ جمپ اور میوزیکل چیئر کے مقابلہ جات ہوئے جس کے نتائج حسب ذیل رہے

(۱)۔ لانگ جمپ:۔ اوّل۔ مسٹر جی۔او۔رانٹی از ایادان مجلس۔ دوم۔ مسٹر ایل۔ اے۔او کے از اوٹا مجلس۔
سوم۔ مسٹر اوڈے ڈے جے۔ از زاریہ مجلس۔

(۲)۔ میوزیکل چیئرز:۔ اوّل۔ الحاجی صادق از الورین مجلس۔ دوم۔ الحاج آدمز از لیگوس مجلس
سوم۔ مسٹر اوڈے ڈے جے از زاریہ مجلس

(۳)۔ ایک سوگز کی دوڑ:۔ اوّل۔ الحاج ایف۔ اے پیولا۔ از یڈاگری مجلس۔ دوم جناب ہارونہ گیوا۔ از اکارے مجلس۔
سوم۔ الحاج ایس۔ اے بیلو۔ از موشبین مجلس۔

بعض اور مقابلے ابھی ہونا باقی تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی جس کی وجہ سے ان کو ملتوی کرنا پڑا۔

نمازِ مغرب و عشاء اور درس الحدیث

سوا سات بجے سکول کی وسیع مسجد میں نمازِ مغرب اور عشاء باجماعت ادا کی گئیں جن کے بعد خاکسار نے حدیث "النظافة من الایمان" کے تحت بتایا کہ صفائی جزو ایمان ہے۔ ہمیں جسم کی صفائی۔ اپنے لباس کی صفائی۔ گھروں کی صفائی کے علاوہ راستوں اور سڑکوں کی صفائی کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

مجلس سوال و جواب

بعد ازاں محترم نائب صدر صاحب نے احباب کو سوالات کی دعوت دی۔ دوستوں کے سوالات کے جوابات محترم نائب صدر صاحب نے مختصر مگر نہایت جامع طور پر دیئے۔

تیسرا اجلاس

اِس اجتماع کا تیسرا اجلاس رات ۹ بجے زیرِ صدارت مسٹر الحاج اے۔ آر۔ بوجیبری۔ چیئرمین برائے ابادان سرکٹ شروع ہوا۔

مجلسِ شوریٰ

سب سے پہلا پروگرام انصار اللہ کی مجلس شوریٰ تھا۔ ملک کی جماعتوں کے نمائندگان نے اپنے اپنے مسائل بیان کئے اور بذریعہ باہمی مشورہ اور بذریعہ ہدایات محترم نائب صدر صاحب ان کا حل تلاش کیا گیا۔ نیز آئندہ سال کا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔

تقریری مقابلہ جات

مجلسِ شوریٰ کے بعد تقریری مقابلہ شروع ہُوا۔ تقاریر کے عناوین قبل ازیں شائع ہو چکے تھے۔ ہر مقرر کو پانچ منٹ کا وقت دیا گیا۔ جو حسب ذیل تھے۔

(۱) حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم بحیثیت خاتم النبیین۔ (۲) قرونِ اولیٰ کے مسلمان اور ان کی قربانیاں۔ (۳) آمد حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

اس تقریری مقابلہ میں بھی انصار بزرگوں نے بہت بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اور مقررین حضرات کی تعداد پندرہ سے بھی تجاوز کر گئی۔ ہر مقرر نے خوب جوش اور ولولہ کے ساتھ تقریر کی۔ منصفین کے فیصلہ کے مطابق الحاجی ادنا بارو اوّل۔ الحاجی ادولیڈے دوم اور مسٹر بیلو سوم قرار پائے۔

اِس طرح پہلے روز کا آخری اجلاس رات گیارہ بجے کے بعد ختم ہُوا۔

دوسرا روز ——— پہلا اِجلاس

آٹھویں سالانہ اجتماع انصار اللہ کے دوسرے روز کا آغاز نمازِ تہجد کی باجماعت ادائیگی سے ہُوا۔ جو الفا اے۔ آر۔ اے اولووا صاحب نے پڑھائی۔ نمازِ تہجد کے بعد نمازِ فجر الفا بجّی صاحب از زاریہ نے پڑھائی اور بعدہٗ درس القرآن دیا۔

بعد ازاں مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ آنئیہ از لیگوس (MR. A.W. ANAIA) کی زیرِ قیادت انصار نے مجموعی ورزش کی۔

دوسرا اجلاس

اس مبارک اجتماع کے دوسرے روز کا دوسرا اجلاس جماعت احمدیہ نائیجیریا کے نیشنل پریذیڈنٹ مکرم الحاجی اے۔ اے ابیولہ صاحب کی زیرِ صدارت پونے نو بجے تلاوتِ قرآنِ پاک سے شروع ہُوا۔ جو مکرم مولوی ظفر احمد صاحب سرور نے کی۔

عیسائیت کے گڑھ میں اسلام کا چراغ

تلاوتِ قرآن کریم کے بعد امو سٹیٹ (IMO STATE) کے دارالحکومت اوبیری (OWERRI) مشن کی طرف سے شامل ہونے والے نمائندگان میں سے ایک دوست مسٹر الیاس نے مختصر تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ چند سال قبل تک اس پوری سٹیٹ میں کوئی فرد   کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ پھر جماعت احمدیہ نے اپنے نہایت منظم تبلیغی نظام کے تحت وہاں مبلّغ بھجوائے جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں   روشنی عطا فرمائی۔ جماعت نے کئی پراجیکٹ یہاں شروع کر رکھے ہیں۔ ایک مشن ہاؤس اور دو مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اور ایک مسجد زیرِ تعمیر ہے اور حال ہی میں سیدنا حضور   ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی عنایت سے ایک میڈیکل سنٹر بھی قائم ہو چکا ہے اور لوگوں کو پتہ لگنا شروع ہو گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک فعال جماعت ہے جو   کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ آخرِ تقریر میں مسٹر الیاس نے اس قوی امید کا اظہار کیا کہ انشاء اللہ ہم پُرامید ہیں کہ مستقبل قریب میں خدا تعالیٰ لوگوں کو گروہ در گروہ احمدیت میں داخل فرمائے گا۔

معمّر حضرات کیلئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ

مذکورہ بالا تقریر کے بعد الارو جماعت کے ایک باعلم دوست الفا ایم۔ اے سلمان صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا اسوۂ حسنہ برائے معمّر حضرات کے موضوع پر نہایت دلچسپ انداز میں تقریر کی۔ چونکہ آپ کی تقریر مقامی زبان میں تھی اور معلومات سے پُر تھی۔ اس لئے دوستوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ آپ نے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ دنیا میں اپنا خلق اور ایک کامل انسان مبعوث فرمائے۔ جو ہر طبقہ

کے لئے اسوۂ حسنہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جہاں بچوں، جوانوں، غریبوں، امیروں، یتیموں، حاکموں محکوموں، فاتحین اور مفتوحین کے لئے نمونہ ہیں وہاں آپ بوڑھوں کے لئے بھی ایک کامل نمونہ ہیں آپ نے مثالیں اور واقعات سُنا کر بتایا کہ کس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بڑھاپے کی عمر میں بھی خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ کس طرح لوگوں کے بوجھ اٹھاتے تھے اور جنگوں میں حصہ لیتے تھے۔

مکرم الفا سلمان صاحب کی تقریر کے بعد ناظم اعلیٰ صاحب انصاراللہ نائیجیریا نے آئندہ سال کا پروگرام دوستوں کو بتایا۔ دوستوں سے آپ نے اپیل کی کہ وہ باقاعدگی سے مرکز میں رپورٹس ارسال کرتے رہا کریں۔

آخری اجلاس

جیسا کہ ابتداء میں خاکسار نے رقم کیا ہے کہ محترم امیر صاحب نے گذشتہ سال ایبے کوٹا جماعت کو قطعۂ ارض برائے مسجد خرید کرنے کا چیلنج دیا تھا جس کو جماعت ہذا نے قبول کیا اور پھر پورا کیا۔ اب مسئلہ تھا اس مقام پر خانۂ خدا کی تعمیر کا۔ مگر مقامی جماعت کے وسائل بالکل مفقود تھے۔ یہ جماعت قربانیاں کرنے والی تو بے شک ہے مگر تعداد کی کمی کی وجہ سے مالی مشکلات ضرور پیش تھیں۔ لہٰذا با اجازت محترم نائب صدر صاحب اس کے لئے اجتماع کے آخری دن ایک علیحدہ مستقل اجلاس (سیشن) کے انعقاد کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس اجتماع کا یہ آخری اجلاس زیر صدارت الحاج آر۔ اے بوصیری صاحب شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن کریم کی سعادت خاکسار کو نصیب ہوئی۔ جس کے بعد مکرم الفا سلمان صاحب نے معزز مہمانوں کو صدرِ جلسہ اور مہمانِ خصوصی محترم مولانا محمد اجمل صاحب شاہد۔ امیر و مشنری انچارج و نائب صدر مجلس انصاراللہ کا تعارف کروایا۔ بعد از تعارف الحاج آر۔ اے۔ بوصیری صاحب اس اجلاس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجلاس ایبے کوٹا، دارالحکومت سٹیٹ ہذا میں ماڈرن طرز کی عظیم مسجد کی تعمیر کے فنڈز جمع کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت سے وعدہ ہے کہ "مَن بنی لِلّٰہ مَسْجِدًا بنیٰ اللہ لہ بیتًا فِی الجنّۃ" اس لئے میں احباب جماعت سے اپیل کرتا ہوں کہ دوست دِل کھول کر خانۂ خدا کی تعمیر کے لئے چندہ دیں۔

فاستبقوا الخیرات کا عملی نمونہ

قارئین کرام! قربانیاں الٰہی جماعتوں کی ہمیشہ سے ہی طرّہ امتیاز رہی ہیں۔ اور یہی قربانیاں زندہ جماعتوں کی زندگی کی علامات ہوتی ہیں۔ تعمیر مسجد کے چندہ کی اپیل کے لئے ابھی تقریر جاری تھی کہ احباب کرام نے قربانیاں پیش کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے صاحب صدر نے چیک کاٹا اور دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کی۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کہ صدرِ جلسہ نے اپنے چندہ کا چیک عطا کیا ہے۔

چالیس ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ

احباب کرام! یہ معمولی رقم نہ تھی۔ یہ دو ہزار پانچ صد نائیرہ کی خطیر رقم تھی۔ ایبے کوٹا کی جماعت یہ سوچ رہی تھی کہ اگر دو، اڑھائی ہزار نائیرہ کی رقم آج جمع ہو جائے تو ہم مسجد کا کام شروع کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جب اس معطی کی رقم کا اعلان کیا گیا تو فضا یکدم نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی۔ دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر گئے۔ کئی دل رقّت پکڑ گئے۔ مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ اپیل کرنے والے دوست کی آواز دب کر رہ گئی۔ وہ تقریر ختم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ رقم پاکستانی کرنسی کے مطابق چالیس ہزار روپے کی خطیر رقم بنتی ہے۔ پھر کیا تھا۔ آنکھوں نے عجیب منظر دیکھا۔

(باقی صہ ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

ماہنامہ انصاراللہ

تاریخ انصارُاللہ کا ایک وَرق

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ماہنامہ سے متعلق ہدایات

فرمایا :-

"رسالہ انصاراللہ کے مضامین اعلیٰ درجہ کے علمی اور تحقیقی ہونے چاہئیں اور اس رسالہ کو اپنے بلند معیار سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ حقیقتاً مذہب و سائنس میں کوئی ٹکراؤ اور تضاد نہیں کیونکہ وہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ سچا مذہب خدا کا قول ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ دُنیا پر نازل ہُوا اور ....

.... اس نے اس زمانہ میں نئی روشنی پائی اور سچی سائنس خدا کا فعل ہے جو خدا کی پیدا کی ہوئی نیچر کے پردوں میں مستور رہ کر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ظاہر ہوتی رہتی ہے۔"

مجلس کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۳۴۱ ہش / ۱۹۶۲ء کے موقعہ پر اپنے افتتاحیہ خطاب میں فرمایا :-

"مَیں اس جگہ رسالہ "انصاراللہ" کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ رسالہ خدا کے فضل سے بڑی قابلیّت کے ساتھ لکھا جاتا اور ترتیب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جِلا پیدا کرنے اور رُوح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔ پس انصاراللہ کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو ہر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع کریں اور اس کے لئے مختلف علمی موضوع پر اچھے اچھے مضامین لکھ کر بھجوائیں تاکہ اس کی افادیّت میں ترقی ہو۔ اور جماعت میں اس کے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی جائے۔"

(تاریخ انصاراللہ ص۱۴۲ ، ص۱۴۱)

محمد ابراہیم - ایم - اے

مینجر ماہنامہ انصارُاللہ - ربوہ